إرشاد الحليم إلى آداب التعليم

في ضوء ماجرىٰ بين الخضر والكليم

یعنی

آدابِ تعلیم وتعلّم

حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ کی روشنی میں

تالیف:

محقق کبیر حضرت مولانا محمد امین صاحب اورکزئی شہیدؒ

تلمیذ رشید محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

تقدیم وتقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مدظلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر:

ندوة التحقيق الاسلامي ديوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	إرشادالحليم إلىٰ آداب التعليم في ضوء ماجرىٰ بين الخضر والكليم. یعنی ''آدابِ تعلیم وتعلّم'' حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام کے واقعہ کی روشنی میں۔
تالیف	:	محققِ کبیر حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ
تقدیم وتقریظ	:	حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند
ترتیب وتصحیح	:	مولانا محمد طفیل کوہاٹی، مدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ
کمپوزنگ	:	مولانا محمد فردوس قاسمی:9760854315
طباعت باراول		۱۴۴۰ھ مطابق ۲۰۱۹ء
صفحات	:	۵۶
قیمت	:	......
ناشر	:	ندوۃ التحقیق الاسلامی دیوبند، سہارن پور، یوپی

ملنے کے پتے:

ندوة التحقيق الاسلامی ديوبند

سہارن پور، یوپی 9760854315:

اور دیوبند کے تمام مشہور ومعروف کتب خانوں پر دستیاب ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ کتاب کے بارے میں

قرآن حکیم میں ذکر کردہ کلیمِ خدا حضرت موسیٰ اور خاص بندۂ خدا حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ پند و موعظت کا عظیم خزینہ ہونے کے ساتھ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ علمی و تعلیمی سفر اور دورانِ سفر پیش آمدہ واقعات؛ بصائر و عبر کا عجیب و غریب مرقع ہے، خصوصاً تعلیم و تعلّم اور افادہ و استفادہ کے حوالے سے بہترین و مفید اصول و آداب پر مشتمل ہے۔

اسی وجہ سے علمائے متقدمین و متأخرین اس واقعہ میں تدبر و تفکر کے ذریعہ بے شمار فوائد و نکات اخذ کرتے رہے ہیں۔

اسی زرّیں سلسلہ کی ایک کڑی پیشِ نظر کتاب بھی ہے، جس کے مؤلف: محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ کے تلمیذ رشید اور معارف السنن کی تالیف میں ان کے علمی معاون، محقق کبیر، محدّثِ جلیل، مفسرِ نکتہ رس، حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہید رحمہ اللہ نے اِسی واقعہ خضر و کلیم کے بحرِ ناپیدا کنار میں غواصی کر کے ۲۸۸ بیش بہا نکات و نوادرات مستنبط کرتے ہوئے انہیں مختصر عبارتوں میں قلم بند کیا ہے، جن میں تعلیم و تعلّم کے ضروری ضوابط و آداب کے علاوہ، خادم و مخدوم کے باہمی ربط اور مختلف معاشرتی و معاملاتی آداب بھی شامل ہیں، ساتھ ہی مصادر و مآخذ اور مواقعِ استدلال کی طرف دقیق اشارات بھی۔

خالص علمی زبان میں ’’دریا بکوزہ‘‘ اور ’’بقامت کہتر اور بقیمت بہتر‘‘ کی مصداق چند صفحات کی یہ تحریر مؤلف علیہ الرحمہ کی تبحر علمی، قوتِ مطالعہ، تدبر و فکر کی بے کرانی، وسعتِ مشاہدہ اور بے پناہ ذہانت و فطانت کی بیّن دلیل ہے۔

حضرت مؤلف علیہ الرحمہ نے اپنی اس گراں قدر تحریر کو ''**إرشاد الحلیم إلی آداب التعلیم، في ضوء ماجریٰ بین الخضر والکلیم**'' کے نام سے موسوم کیا تھا، جسے جناب مولانا محمد طفیل صاحب کوہاٹی، فاضل دارالعلوم کراچی ومدیر ندوۃ التحقیق الاسلامی کوہاٹ نے ترتیب وتصحیح کے ساتھ ''مقالاتِ امین'' میں بشکل مضمون شامل کر کے شائع کیا تھا۔

اپنی نوعیت کی یہ منفرد تحریر اب مستقل کتابی صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے، نفسِ کتاب میں کسی طرح کی ترمیم کے بغیر، اصل نام کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے، سرِ ورق پر تسہیل وتوضیح کی خاطر، اصل عربی نام کی عام فہم اردو ترجمانی ''**آدابِ تعلیم وتعلّم، واقعہ موسیٰ وخضر علیہما السلام کی روشنی میں**'' کے توضیحی نام سے کر دی گئی ہے، نیز آغازِ کتاب سے پہلے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے آسان ترجمۂ قرآن سے، اس واقعہ سے متعلق آیاتِ قرآنی کا مکمل ترجمہ وتشریح شامل کر دیا گیا ہے؛ تاکہ اصل واقعہ کے مکمل استحضار کے ساتھ کتاب سے استفادہ سہل تر ہو جائے۔

صد شکر یہ نمونۂ سلف حضرت اقدس مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی زید مجدہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کا، کہ حضرتِ عالی مرتبت نے کتاب کا بنظرِ غائر مطالعہ کر کے جامع تعارف اور پُر مغز تبصرہ پر مبنی تقریظ وتقدیم تحریر فرما کر کتاب کی استنادی حیثیت کو دوبالا کر دیا، **فجزاهم الله احسن الجزاء.**

امید ہے کہ کتاب قبولیت کے ہاتھوں لی جائے گی اور باذوق علماء وطلباء کی علمی تسکین کا باعث بنے گی، والله الموفّق۔

محمد اسامہ قاسمی

۲۹/۴/۱۴۴۰ھ=۶/۱/۲۰۱۹ء

تقدیم وتقریظ

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

مہتمم دارالعلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۂ کہف میں اللہ جل شانہ نے چار قصے بیان فرمائے ہیں: (۱) اصحاب کہف کا قصہ (۲) دو دوستوں کا مکالمہ (۳) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ اور (۴) ذوالقرنین کا سفرنامہ۔ ان میں سے ہر ایک واقعہ عبرت وبصیرت کا بہترین مرقع ہے۔

ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اپنے خادم حضرت یوشع کی معیت میں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے سفر اور دوران سفر پیش آنے والے واقعات میں تعلیم وتعلّم اور افادہ واستفادہ کے سلسلہ میں بہترین اصول وضوابط پوشیدہ ہیں۔ قدیم وجدید مفسرین نے اپنی کتابوں میں ان اصول کی طرف اشارہ کیا ہے، اور بعض حضرات نے مستقلاً اس واقعہ کو موضوع بنا کر مضامین لکھے ہیں۔

زیر نظر کتاب ''**ارشاد الحليم إلىٰ آداب التعليم في ضوء ماجرى بين الخضر والكليم**'' اس موضوع پر بہترین کتاب کی شکل میں سامنے آئی ہے، جس کے مصنف محقق کبیر حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہیدؒ تلمیذ رشید محدثِ عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ ہیں۔

موصوف نے مختصر عبارتوں اور اشارات کے پیرایہ میں اس عظیم واقعہ اور متعلقہ آیاتِ کریمہ سے ۲۸۹/اصول مستنبط فرمائے ہیں، جن میں بنیادی حیثیت تعلیم وتعلّم، استفادہ واستفاضہ اور خادم ومخدوم کے باہمی ربط سے متعلق اصول وآداب کو حاصل ہے؛ لیکن ان کے علاوہ بھی مختلف مسائل واحکام اور آدابِ معاشرت کا بڑا حصہ ان میں شامل ہے۔

اس کتاب کا صحیح لطف حاصل کرنے اور بھرپور فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ مطالعہ سے پہلے تفسیر کی کسی کتاب (بیان القرآن، ترجمہ شیخ الہند، معارف القرآن یا اضواء البیان) میں کم از کم متعلقہ آیات کے ترجمہ وتفسیر کا بغور مطالعہ کرلیا جائے، نیز بخاری شریف میں جس جگہ (کتاب العلم اور کتاب التفسیر میں) حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعہ کا تذکرہ ہے ان کو دیکھ لیا جائے، اگر کوئی وسیع النظر عالم کتاب کی شرح کردے تو استفادہ مزید آسان ہوجائے گا؛ کیونکہ حضرت مولانا مرحوم نے ہر اصل کے ماخذ کی طرف مختصر عربی الفاظ میں اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اہل علم کے درمیان قبولیت حاصل کرے گی اور طلبہ واساتذہ اس سے استفادہ کرسکیں گے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

مہتمم دارالعلوم دیوبند

۲۱/۴/۱۴۴۰ھ = ۲۹/۱۲/۲۰۱۸ء

حضرت مولانا محمد امین اورکزئی شہید رحمہ اللہ کا

سوانحی خاکہ

پیدائش:

۱۹۴۶ء میں سرہ ناکہ نامی گاؤں اورکزئی ایجنسی، صوبہ خیبر پختون خوا، پاکستان میں پیدا ہوئے، بعدازاں شاہو وام ضلع ہنگو میں اپنی زرعی زمینوں پر گھر اور مدرسہ یوسفیہ بنا کر رہائش اختیار کی۔

نام ونسب:

محمد امین بن تاج الدین، آپ افغانوں کی شیخان قوم سے تعلق رکھتے تھے، جو اپنے خطہ میں روحانی مشائخ سے نسبت، جرأت و بہادری اور مہمان نوازی میں مشہور ہے۔ آپ تقریباً ساڑھے چھ یا سات سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا، جب کہ تقریباً گیارہ سال کی عمر تھی تو والدہ انتقال کر گئیں۔

تعلیم:

پانچویں تک عصری تعلیم کے بعد جامعہ عربیہ ٹل ضلع کوہاٹ سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ اعلی علمی استعداد کے مالک تھے، زمانہ طالب علمی میں عسرت وتنگی اور یتیمی کے باعث کئی

مشکلات وشدائد کا سامنا کیا۔علمی استعداد کی بڑھوتری میں مولانا عبدالغفار کوہاٹی رحمہ اللہ کا بنیادی کردار تھا جو جامعہ امینیہ دہلی کے فاضل، جامعہ تعلیم القرآن کوہاٹ کے صدر مدرس اور امام المعقولات والمنقولات تھے۔دورۂ حدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے پاس جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے کیا۔وفاق المدارس کے تحت سالانہ امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔

ممتاز اساتذہ:

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس میرٹھی، مفتی ولی حسن ٹونکی، مولانا عبدالغفار کوہاٹی، مولانا فضل محمد سواتی (سابق استاد دارالعلوم دیوبند) مولانا عبداللہ درخواستی اور مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

تدریس:

آپ نے حضرت بنوریؒ کی حیات میں تیرہ سال جامعہ بنوری ٹاؤن میں تصنیف وتحقیق اور تدریس کی ذمہ داریاں نبھائیں، حضرت کی وفات کے بعد کراچی کو خیر باد کہہ کر آبائی وطن واپس آئے اور حضرت بنوری کی یاد میں جامعہ یوسفیہ کی بنیاد رکھی۔

تصانیف:

(۱) نثر الازہار علیٰ شرح معانی الآثار (۲) مسانید الامام ابی حنیفہ (۳) ارشاد الحلیم الیٰ آداب التعلیم (۴) ووٹ کی شرعی حیثیت (۵) مقالاتِ امین (۶) التعلیقات علی شرح النقایہ (غیر مطبوع) (۷) مکاتیب امین (غیر مطبوع) (۸) مکاتیب ہدایت، مودودی فکر کے علما سے تحریری مکالمہ (غیر مطبوع) (۹) منتخبات امین (غیر مطبوع) (۱۰) آثار الصحابہ فی الکتب السبعہ (غیر مطبوع)

حضرت بنوریؒ کا آپ پر اعتماد:

حضرت بنوریؒ نے آپ کی صلاحیتیں جانچ کر تخصص فی الحدیث اور پھر معارف السنن کی تصنیفی معاونت کے لیے روکا، بعدازاں جامعہ کی تدریس ونظامت سپرد کی، اور طحاوی پر تحقیقی کام حوالے کیا، جس کی دو جلدیں ''نثر الأزهار'' کے نام سے چھپیں، بقیہ پر کام جاری ہے۔ حضرت بنوریؒ نے آپ کا مقالہ ''مسانيدالامام ابي حنيفة ''جو تخصص میں لکھا تھا مصر سے طبع کرایا۔

نصابِ تعلیم میں آپ کی مجتہدانہ رائے:

آپ نے درس نظامی کی تقریباً تمام کتابیں پڑھائیں۔وفاق المدارس پاکستان کے نصاب سے ہٹ کر اپنا علیحدہ نصاب تجویز کرکے پڑھاتے رہے، آپ کافیہ کی جگہ اوضح المسالک، ہدایۃ النحو کی جگہ شرح شذورالذہب،شرح الوقایہ کی جگہ ملاعلی قاریؒ کی شرح النقایہ،جلالین کی جگہ مدارک، بیضاوی کی جگہ ابوسعوداور عقائد وکلام میں قصیدہ بدءالامالی اور امام ابوحنیفہ کے کلامی رسائل سے مرتبہ متن ''اشارات المرام''(علامہ بیاضی) کوترجیح دیتے تھے۔ اوراسی کوتادمِ شہادت اپنے مدرسہ جامعہ یوسفیہ میں پڑھاتے رہے۔

تصوف وسلوک:

آپ ایک کہنہ مشق محقق ومصنف ہونے کے ساتھ صاحبِ دل اور عارف باللہ تھے، ذوقِ عبادت، کم گوئی، اخفاء، تواضع للّٰہیت، شجاعت ومعاملہ فہمی اور مروت سے مالا مال تھے۔آپ کی کئی کرامات معروف ہوئیں۔پانچ ہزار مرتبہ درود شریف کا یومیہ ورد معمول تھا۔

اجازت وخلافت:

مولانا عبدالعزیز رائے پوری، خلیفہ غلام رسول، مولانا سراج الیوم سواتی، مولانا فضل محمد سواتی اور مولانا محمود صندلی، صندل بابا رحمہم اللہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔

افکار ونظریات:

آپ اہل السنۃ والجماعت علمائے دیوبند کے افکار ونظریات پر سختی سے کاربند تھے، اہل تشیع، اہل بدعت، مودودیت، منکرین حدیث اور دیگر عصری فتنوں کے خلاف ہمیشہ شمشیر بے نیام رہے اور ان کے ساتھ کئی تحریری وزبانی مباحثے ومناظرے کیے۔ خلافت کے قیام کو مسلمانوں کے سیاسی مسائل کا، مدارس، اسلامی تعلیمی اداروں اور دینی ودعوتی تحریکوں کی پرخلوص جدوجہد کو معاشرتی انقلاب کا، اور تصوف وسلوک کو معیاری شخصیت کی تشکیل کا حل سمجھتے تھے۔ تمام دینی تحریکوں خصوصاً تحریک ختم نبوت اور تحریک ناموس صحابہؓ کے سرپرست رہے۔

سماجی وسیاسی خدمات:

اپنے علاقہ میں اہلِ سنت کی قیادت کی اور شیعہ سنی کے مابین مسلح فسادات کے انسداد کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور باہمی معاہدات اور قومی جرگوں کے ذریعے باہمی تناؤ میں کمی لائی۔ افغان طالبان اور احمد شاہ مسعود میں صلح کے لئے طویل جدوجہد کی۔ ۹۴ء میں صوفی محمد کی تحریک نفاذِ شریعت اور حکومت کے ممکنہ تصادم کو روکنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ نائن الیون کے بعد حکومت اور پاکستانی طالبان میں مصالحت کے لئے ثالث کا کردار ادا کیا۔ شمالی وزیرستان کا معاہدہ آپ ہی کی کوششوں سے ممکن ہوا اور آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔ لال مسجد تنازعہ میں بنیادی کردار ادا کرنے کی بھرپور کوشش

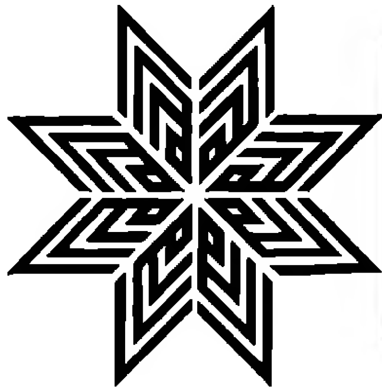
کی۔عوام الناس کے لیے رفاہی وفلاحی کاموں میں دلچسپی لی۔آبائی شہر میں گیس،بجلی گریڈاسٹیشن،ہسپتال اورمرکزی شاہ راہ کی تعمیرآپ کےمرہون منت ہیں۔آپ نےعرصہ تک جمعیۃ علمائے اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاسی وسماجی خدمات انجام دیں۔

نکاح واولاد:

آپ کا نکاح اپنے خاندان میں ۱۹۶۸ء میں ہوا، دو بیٹے اور چار بیٹیاں حیات ہیں جب کہ ایک بیٹا بچپن میں وفات پا گیا تھا۔

شہادت:

۱۱رجون ۲۰۰۹ء، بمطابق ۱۷جمادی الثانیہ ۱۴۳۰ھ بروز جمعرات کوایک گہری سازش کےتحت آپ کوبےگناہ شہید کردیا گیا کیونکہ آپ قبائل میں امن کی آخری بڑی علامت اور دین دشمن عناصر کےمفادات کے لئے بڑی رکاوٹ تھے۔



واقعہ

حضرت موسیٰ وخضر علیہما السلام

قرآن واحادیث کی روشنی میں

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِفَتٰهُ لَاۤ اَبۡرَحُ حَتّٰۤی اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَیۡنِ اَوۡ اَمۡضِیَ حُقُبًا.

ترجمہ: اور (اس وقت کا ذکر سنو) جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا تھا کہ میں اس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا، جب تک دوسمندروں کے سنگھم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ برسوں چلتا رہوں گا۔

تشریح: یہاں سے آیت نمبر ۸۲ رتک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان فرمایا ہے، جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا، حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی تفصیل ایک طویل حدیث میں بیان فرمائی ہے، جو صحیح بخاری میں کئی سندوں سے منقول ہے، اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے یہ سوال کیا کہ اس وقت روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ چوں کہ ہر پیغمبر اپنے وقت میں دین کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے؛ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہی فرمادیا کہ ”میں ہی سب سے بڑا عالم ہوں“ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ہدایت دی گئی کہ اس سوال کا صحیح جواب یہ تھا کہ ”اللہ تعالیٰ

ہی بہتر جانتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے" نیز اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کے کچھ ایسے گوشوں سے روشناس کرائیں جو ان کی واقفیت کے دائرے سے باہر تھے، چناں چہ انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جائیں، ان کو پتہ یہ بتایا گیا کہ جہاں دو دریا ملتے ہیں، وہاں تک سفر کریں، اور اپنے ساتھ ایک مچھلی لے جائیں، ایک موقع ایسا آئے گا کہ وہ مچھلی گم ہو جائے گی، بس اسی جگہ انہیں حضرت خضر علیہ السلام مل جائیں گے، چناں چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے نوجوان شاگرد حضرت یوشع علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس سفر پر روانہ ہوئے جو بعد میں خود پیغمبر بننے والے تھے، آگے کا واقعہ خود قرآن کریم میں آرہا ہے، البتہ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو یہ سفر کرایا گیا، اس کا ایک مقصد تو یہ ادب سکھانا تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم کہنا کسی کو بھی زیب نہیں دیتا، علم تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کون سا علم کس کے پاس زیادہ ہے۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود آنکھوں سے اس بات کی ایک جھلک دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور علم سے اس کائنات کا نظام کس طرح چلا رہا ہے، اس کائنات میں بہت سے ایسے واقعات روزمرہ انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں، جن کا مقصد اس کی سمجھ میں نہیں آتا، حالاں کہ کوئی واقعہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا، انسان کی نظر چوں کہ محدود ہے؛ اس لیے وہ اس حکمت کو بسا اوقات نہیں سمجھتا؛ لیکن جس قادرِ مطلق کے ہاتھ میں پوری کائنات کی باگ ڈور ہے وہی جانتا ہے کہ کس وقت کیا واقعہ پیش آنا چاہیے۔ (اس بات کی مزید وضاحت ان شاء اللہ اسی واقعہ کے اخیر میں آئے گی)

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا.

ترجمہ: چناں چہ جب وہ ان کے سنگھم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا۔

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چٹان پر پہنچ کر کچھ دیر کے لیے سو گئے تھے، اسی دوران وہ مچھلی جو ایک زنجیر میں تھی وہاں سے کھسک کر دریا میں جا گری، اور جس جگہ گری وہاں پانی میں سرنگ سی بن گئی، جس میں جا کر مچھلی غائب ہوگئی، حضرت یوشع علیہ السلام اس وقت جاگ رہے تھے، اور انہوں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا؛ مگر چوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے، اس لیے ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا، بعد میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جاگ کر آگے روانہ ہوئے تو حضرت یوشع علیہ السلام ان کو یہ بات بتانا بھول گئے، اور یاد اُس وقت آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے چل کر ناشتہ مانگا۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًاo قَالَ اَرَئَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَ مَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا o قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا.

ترجمہ: پھر جب دونوں آگے نکل گئے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہوگئی ہے، اس نے کہا: بھلا بتلائیے! (عجیب قصہ ہوگیا) جب ہم اس چٹان پر ٹھہرے تھے تو میں مچھلی (کا آپ سے ذکر کرنا) بھول گیا، اور شیطان کے سوا کوئی نہیں ہے جس نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا بھلایا ہو، اور اس (مچھلی) نے تو بڑے عجیب طریقے پر دریا میں اپنی راہ لے لی تھی، موسیٰ نے کہا: اسی بات کی تو ہمیں تلاش تھی، چناں چہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی علامت بتائی گئی تھی کہ جس جگہ مچھلی گم ہوگی، وہیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی، اس لیے حضرت یوشع علیہ السلام نے تو ڈرتے ڈرتے یہ واقعہ ذکر کیا تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے سن کر خوش ہوئے کہ منزلِ مقصود کا پتہ لگ گیا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا.

ترجمہ: تب انہیں ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ ملا، جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔

تشریح: صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چٹان کے پاس واپس پہنچے تو وہاں وہ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے نظر آئے، اوران کو جس خصوصی علم کے سکھانے کا ذکر فرمایا گیا ہے اس سے مراد تکوینیات کا علم ہے، جس کی تشریح اس واقعہ کے آخیر میں آرہی ہے۔

قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًاO قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO وَ کَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًاO قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًاO قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰیٓ اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًاO فَانْطَلَقَا حَتّٰیٓ اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًاO فَانْطَلَقَا حَتّٰیٓ اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًاO قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًاO قَالَ اِنْ سَاَلْتُکَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا.

ترجمہ: موسیٰ نے ان سے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے، اس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟ انہوں نے کہا: مجھے یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کر سکیں گے، اور جن باتوں کی آپ کو پوری پوری واقفیت نہیں ہے ان پر آپ صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں، موسیٰ نے کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر

پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا، انہوں نے کہا: اچھا! اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں، چنانچہ دونوں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے، تو ان صاحب نے کشتی میں چھید کر دیا، موسیٰ بولے: ارے! کیا آپ نے اس میں چھید کر دیا، تا کہ سارے کشتی والوں کو ڈبو ڈالیں، یہ تو آپ نے بڑا خوفناک کام کیا، انہوں نے کہا کہ کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے، موسیٰ نے کہا: مجھ سے جو بھول ہوگئی، اس پر میری گرفت نہ کیجئے اور میرے کام کو زیادہ مشکل نہ بنائیے، وہ دونوں پھر روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ ان کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی تو ان صاحب نے اسے قتل کر ڈالا، موسیٰ بول اٹھے: ارے! کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ہلاک کر دیا، جب کہ اس نے کسی کی جان نہیں لی تھی، جس کا بدلہ اس سے لیا جائے، یہ تو آپ نے بہت ہی برا کام کیا، انہوں نے کہا: کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کر سکیں گے، موسیٰ بولے: اگر میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے، یقیناً آپ میری طرف سے عذر کی حد کو پہنچ گئے ہیں۔

تشریح: صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا علم دیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے (یعنی تکوینیات کا علم) اور آپ کو ایک ایسا علم دیا ہے جو میرے پاس نہیں (یعنی شریعت کا علم)

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ نکال کر اس میں سوراخ کر دیا تھا۔

مذکورہ حدیث میں اُس بچے کے بارے میں بھی ذکر ہے کہ وہ بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، حضرت خضر علیہ السلام نے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا O قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِکَ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا.

ترجمہ: چنانچہ وہ دونوں پھر روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب ایک بستی والوں کے پاس پہنچے تو اس کے باشندوں سے کھانا مانگا، تو ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا، پھر انہیں وہاں ایک دیوار ملی جو گراہی چاہتی تھی، ان صاحب نے اسے کھڑا کردیا، موسیٰ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اجرت لے لیتے (مطلب یہ ہے کہ بستی والوں نے مہمانی سے تو انکار کردیا تھا، لیکن اس دیوار کی مرمت پر ان سے جائز اجرت وصول کی جاسکتی تھی، جس سے ہمارے کھانے کا بھی انتظام ہوسکتا تھا) انہوں نے کہا: لیجئے! میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آگیا، اب میں آپ کو ان باتوں کا مقصد بتائے دیتا ہوں، جن پر آپ سے صبر نہیں ہوسکا۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَ كَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِکٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا.

ترجمہ: جہاں تک کشتی کا تعلق ہے وہ کچھ غریب آدمیوں کی تھی، جو دریا میں مزدوری کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اس میں کوئی عیب پیدا کردوں (کیونکہ) ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا O فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا.

ترجمہ: اور لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اس کے ماں باپ مومن تھے، اور ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسادے، چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ ان کا

پروردگار انہیں اس لڑکے کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو اور حسنِ سلوک میں بھی اس سے بڑھی ہوئی ہو۔

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا.

ترجمہ: رہی یہ دیوار تو وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا، اور ان دونوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا، اس لیے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی عمر کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت کی بنا پر ہوا ہے، اور میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا، یہ تھا مقصد اُن باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہیں ہو سکا۔

تشریح: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملوانے اور یہ واقعات دکھانے کا اصل مقصد ایک اہم حقیقت کا مشاہدہ کرانا تھا، اور اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے قرآن کریم نے یہ واقعہ ہمارے لیے بیان فرمایا ہے، اسلامی شریعت کی رُو سے کسی کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف کرے، خاص طور پر اس کی تو ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اس کی ملکیت کو کوئی نقصان پہنچادے، چاہے وہ نقصان خود مالک کے فائدے ہی کے نیت سے پہنچایا گیا ہو، لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کی اجازت کے بغیر اس کا تختہ نکال دیا۔

اسی طرح کسی بے گناہ کو قتل کرنا شریعت میں انتہائی سنگین جرم ہے، خاص طور پر کسی نابالغ لڑکے کو قتل کرنا تو حالتِ جنگ میں بھی جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کوئی فساد مچائے گا تب بھی اس وقت اسے قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا، اس

کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کو قتل کردیا، اور چوں کہ یہ دونوں باتیں شریعت میں ناجائز تھیں اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر خاموش نہیں رہ سکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضرؑ نے شریعت کے بالکل خلاف یہ کام کیسے کیے؟

اس سوال کا جواب جاننے کے لیے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کائنات میں جتنے واقعات ہوتے ہیں، چاہے وہ ہماری نظر میں اچھے معلوم ہوتے ہوں یا برے، ان کا تعلق ایک ایسے جہاں سے ہے جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، اور جسے اصطلاح میں ''عالَم تکوین'' کہا جاتا ہے، جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے تکوینی احکام کے ذریعہ کنٹرول ہورہا ہے، کس شخص کو کتنے عرصہ زندہ رہنا ہے؟ اور کب اس کی موت واقع ہوگی؟ وہ کتنے عرصے صحت مند رہے گا؟ اور کب بیمار ہوجائے گا؟ اسے کب کون سا روزگار نصیب ہوگا؟ اور اس کے ذریعہ وہ کتنی روزی کماسکے گا؟ اس قسم کے سارے معاملات طے فرماتے ہیں، اور ان فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کچھ کارندے مقرر فرمارکھے ہیں، جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ رہ کر اللہ تعالیٰ کے ان تکوینی احکام کی تعمیل کرتے ہیں، مثلاً: جب اللہ تعالیٰ نے طے فرمالیا کہ فلاں شخص کی موت کا وقت آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا فرشتہ اس شخص کی روح قبض کرنے کے لیے پہنچ جاتا ہے، جب وہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم کی تعمیل میں کسی کی موت واقع کررہا ہوتا ہے تو وہ کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے، کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی جان لے لیکن جس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام پر مقرر فرمایا ہے اس کے لیے یہ کوئی جرم نہیں، اللہ تعالیٰ کے تکوینی احکام کو نافذ کرنے کے لیے عام طور سے فرشتے مقرر ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں یہ فریضہ سونپ سکتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام اگرچہ انسان تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتوں کی طرح عالم تکوین کا پیغمبر بنادیا تھا، انہوں نے جو کچھ کیا، اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم کے ذریعہ کیا، لہذا جس طرح موت

کے فرشتے پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے ایک بے گناہ کی جان لے کر گناہ کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی بات کے لیے مامور تھا، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام بھی اس کشتی کو عیب لگانے اور اس لڑکے کو قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی طور پر مامور تھے، اس لیے ان کا یہ عمل کوئی جرم نہیں تھا۔

البتہ ہم لوگ دنیا میں رہتے ہوئے شریعت کے احکام کے پابند ہیں، اور ہمیں عالم تکوین کا نہ علم عطا کیا گیا ہے، اور نہ اس عالم سے متعلق ہمیں کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اس لیے ہم انہیں احکام کے مکلّف ہیں جو اس جیتی جاگتی زندگی میں ہمیں آنکھوں سے نظر آتے ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اسی جیتی جاگتی دنیا کے پیغمبر تھے، اور جو شریعت ان کو دی گئی اسی کے پابند تھے، اس لیے وہ نہ حضرت خضر علیہ السلام کی ان باتوں پر خاموش رہ سکے اور نہ آئندہ ان کے ساتھ چل سکے۔

ان تین واقعات کے بعد وہ سمجھ گئے کہ ان صاحب کا دائرۂ کار میرے دائرۂ کار سے بالکل الگ ہے، اور میں ان کے ساتھ نہیں چل سکتا، البتہ اس طرح انہیں یہ حقیقت کھلی آنکھوں دکھادی گئی کہ اس کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی لامحدود حکمت کارفرما ہے، اگر ہمیں کسی واقعہ کی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جس عالم تکوین میں اس کی حکمت واضح ہوسکتی ہے وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں ہمیں بہت سے منظر ایسے نظر آتے ہیں جن پر ہمارا دل دُکھتا ہے، بہت سے انسانوں کی مظلومیت کو دیکھ کر بعض اوقات دل میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں، حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعہ عالم تکوین کی ایک جھلک دکھا کر ایک مومن کے لیے ایسے شکوک وشبہات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

البتہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عالمِ تکوین اور اس کے کارندے ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں، حضرت خضر علیہ السلام بھی اسی طرح پوشیدہ تھے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم تکوین کی ایک جھلک دکھانے کے لیے وحی کے ذریعہ ان کا پتہ بتا دیا گیا، اب جب کہ وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے کسی کے لیے ممکن نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر تکوین کے کسی کارندے تک رسائی حاصل کر سکے، اور نہ نظر آنے والی دنیا میں کوئی شخص یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ وہ تکوین کا کارندہ ہے، اور اسے تکوینی اختیارات حاصل ہیں، لہذا جن لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کی بنیاد پر شریعت کے ظاہری احکام کی خلاف ورزی کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے سراسر گمراہی پھیلائی ہے، مثلاً بعض نام نہاد درویشوں کا تصوف وغیرہ کا نام لے کر یہ کہنا کہ ''شریعت کے احکام ظاہر بیں لوگوں کے لیے ہیں اور ہم ان سے مستثنیٰ ہیں'' یہ پرلے درجے کی گمراہی ہے، آج کسی کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ شریعت کے احکام سے مستثنیٰ ہو سکے۔

(منقول از: آسان ترجمہ قرآن، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز کتاب

ارشاد الحلیم الیٰ آداب التعلیم
فی ضوء ماجریٰ بین الخضر والکلیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اپنے شیخ محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے اثنائے درس شیخ الشیوخ حضرت مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا تھا کہ حضرت خضر وحضرت موسیٰ علیہما السلام کے واقعہ سے ساٹھ تک آدابِ علم اخذ کیے جاسکتے ہیں۔تمنا تھی کہ اس اجمال کی تفصیل ملے۔حق تعالیٰ کی توفیق سے جب سورۂ کہف پڑھانے کا موقع ملا تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس واقعہ سے جو کہ علم، عالم اور متعلم کے آداب کا حسین مرقع ہے جو فوائد ہمارے اکابر علمائے تفسیر وحدیث نے مستنبط کئے، یا اس سیاہ کار کے خاطر فاتر پر فائض ہوئے اسے ضبط تحریر میں لایا جائے۔ چنانچہ قلم اٹھایا گیا اور حق تعالیٰ کی توفیق سے یہ مجموعہ وجود میں آیا. ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العليّ العظيم.

(۱) ...... کمالاتِ مکسوبہ میں علم سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں۔سیدنا موسیٰ اولوالعزم انبیاء کرام میں سے ہیں، حق تعالیٰ سے شرفِ ہم کلامی انھیں حاصل ہے، تورات جیسی عظیم کتاب ساتھ ہے، بنی اسرائیل جیسی قوم کی سیادت وقیادت ہاتھ میں ہے جو اس وقت روئے زمین پر علمی لحاظ سے سب سے ممتاز قوم تھی۔ان تمام فضائل وکمالات کے باوجود اس

واقعہ میں علم کے طالب دکھائی دیتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تاجدارِ ختم نبوت علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا گیا: وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْماً.

(۲)......صرف علم ہی نہیں؛ بلکہ علم میں اضافہ بھی کاملین کو مطلوب رہا ہے، جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے کردار سے ظاہر ہے اور "زِدْنِی" کی تعبیر سے اس کی تائید ہوتی ہے، اور "مَنْهُومَانِ لَا یَشْبَعَانِ" کی حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے۔

(۳)......صرف وہی علم حاصل کرنا چاہیے جو انسان کے رشد وہدایت کا ذریعہ بنے یعنی علوم دین وآخرت۔ فرمایا: عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.

علوم ضارہ کی تحصیل وطلب محمود نہیں۔ یَتَعَلَّمُوْنَ مَایَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ. (بقرہ)

(۴)......علم کی دو قسمیں ہیں: (۱) کسبی، جو بوسائل حاصل ہو۔ (۲) وہبی، جو بلاواسطہ حق تعالیٰ کی طرف سے فائض ہو، اس کو "علم لدنی" بھی کہا جاتا ہے۔ فرمایا:

عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا. اور فرمایا: وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا.

(۵)......علم الشرائع مدارِ نجات ہونے کی وجہ سے اگر چہ بلاشبہ اجلّ العلوم ہے، تاہم علم الحقائق والاسرار کی عظمت وجلالت بھی ناقابل انکار ہے۔ مقامِ امتنان میں "وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا" "عَلَّمْنَا" بصیغۂ متکلم مع الغیر "مِنْ لَّدُنَّا" کے اضافہ وتعبیر کے ساتھ اور مفعول ثانی "عِلْمًا" کی تنکیر کے ساتھ ارشاد فرمانا اس کا شاہد صدق ہے۔

(۶)......علومِ کسبیہ کی تحصیل کے لئے مُدُن وامصار اور اجتماع زیادہ موزوں ہیں، جبکہ علم الحقائق کی تحصیل وحصول کے لئے براری وسواحل کی فضا زیادہ مناسب ہے اور تفرید وتخلیہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وحضرت خضر علیہ السلام کی اقامت گاہوں سے یہ بات بالکل عیاں ہے۔ انبیاء علیہم السلام عموماً شہری معاشرے میں مبعوث ہوئے ہیں اور صحرائیوں کے بارے میں فرمایا: وَأَجْدَرُ اَنْ لَایَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَااَنْزَلَ اللّٰهُ.

(۷)......جس علم وفن سے انسان کو مناسبت ہو اسی کی طلب میں رہے، ورنہ طلب زیادہ نتیجہ خیز نہ ہوگی: كما يظهر ذلک من ارتحال سيدناموسى وارتكابه المشاق ثم ارتجاعه بادنى تأسل.

(۸)...... سنت اللہ یہ رہی ہے کہ علم مطلوب بنے تو حاصل ہوتا ہے، علم طالب بن کر نہیں آتا: حيث امر سيدنا موسى عليه السلام بالرحلة الى الخضر عليه السلام مع اشُتِغاله بأَمرِ بنى اسرائيل ولم يؤمر الخضر ان يذهب الى موسىٰ عليهما السلام ويُشِيُر اليه قوله سبحانه: فَلَوُلَا نَفَرَ مِنُ كُلِّ فِرُقَةٍ الآية: وقال عليه السلام: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" فجعله مطلوبا، وعن السلف: يؤتى ولايأتي.

(۹)......طلبِ علم کے لیے سفر کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، خصوصاً سنتِ موسویہ ہے: و هو ظاهر، ورحلات علماء هذه الامة كثيرة شهيرة غنية عن البيان وقد بوّبوا عليه فى كتب الحديث و الآداب.

(۱۰)......طلبِ علم کے سفر میں مصائب ومصاعب کا پیش آنا عین متوقع امر ہے: و القصة عن آخرها تشهد عليه. وقال ابويوسف: العلم عز لا ذل فيه، ويحصل بذل لا عز فيه.

(۱۱)......علمی سفر اپنے سے اعلَم کے مشورے اور ارشاد کے مطابق کیا جائے: قد سأل موسىٰ ربَّه "فيكف السبيل" فأرشده اليه.

(۱۲)......سفر کے آغاز میں پہلے منزلِ مقصود کو متعین کیا جائے۔ حَتّٰىٓ اَبۡلُغَ مَجۡمَعَ الۡبَحۡرَيۡنِ اَوۡ اَمۡضِىَ حُقُبًا.

(۱۳)......معہود مقام پر اگر مطلوب نہ ملے تو گوہرِ مقصود کے لئے دوسرے مقامات کا رخ کرنا چاہیے: "اَوۡ اَمۡضِيَ حُقُباً" على احد التفاسير.

(۱۴)......طالب علم کو عالی ہمت اور قوی العزم بننا چاہئے، گویا کہ علم کے لئے وہ ''یاتن رسد بجانان یا جان زتن برآید'' کا مصداق ہو۔ اَوْ اَمْضِيَ حُقُباً، اس پر دال ہے۔

(۱۵)......صغرسنی میں تحصیل زیادہ مفید ہوتی ہے؛ لیکن کبر سنی بھی منافی تعلیم نہیں: فقد خرج سيدنا موسى عليه السلام بعد ما جاوز اربعين سنة،واكثر اصحاب البنى صلى الله عليه وسلم كانوا كذلک.

(۱۶)......فاضل کے لئے طالب بننے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔ والرحلة العلمية لسيدنا موسى شاهدة لذلک.

(۱۷)......حصولِ علم کے لئے مساعی اور لمحاتِ زندگی صرف کرنا اگرچہ بہت زیادہ ہوں، بڑی کامیابی ہے: قال الفخر الرازیؒ: ان المتعلم لو سافر من المشرق الى المغرب لِطَلَبِ مسئلة واحدة لحق له ذلک،وقد سافر جابربن عبد اللهؓ لطلب حديث واحد شهراً وسار سيره غير واحد من ا التابعين فمن بعدهم، والقدوة فيه سيدنا موسى عليه السلام وقوله:اوأمضي حقباً.

(۱۸)......''غیر ضروری علوم'' کی تحصیل سے ''ضروری'' کی تدریس وتعلیم زیادہ بہتر ہے۔و قدنبّه على ذلک سيدنا الخضر عليه السلام حيث قال لسيدنا موسى عليه السلام: كفى بالتوراة علماً وبنى اسرائيل مشغلاً.

(۱۹)......تعلّم کو تعلیم پر ترجیح دینی چاہئے اگر جمع نہ ہوسکیں۔ كمارجّح سيدنا موسى عليه السلام تَعَلُّمَه عن الخضر على تَعْلِيْمِهٖ لبنى اسرائيل.

(۲۰)......بہتر یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ تعلّم کا سلسلہ بھی ممکنہ حد تک جاری رہے۔ كما فعله سيدنا موسىٰ عليه السلام مع يوشع، وهٰكذا كان امر السلف لاسيما اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم.

(۲۱)......علم جو بھی ہو اس کی تحصیل بتدریج ہونی چاہیے: اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ، فان "التدریج" من خواص التفعیل.

(۲۲)......علم دین بلا معاوضہ سکھایا جائے۔ "مِمَّا عُلِّمْتَ "ای احسن کما احسن اللّٰہ تعالیٰ الیک.

(۲۳)......تعلیم و تعلّم کا مقصد چلنے پھرنے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، "فَانْطَلَقَا" ایک جگہ ٹھہرنا ضروری نہیں۔

(۲۴)......متعلم کو چاہیے کہ طلب میں صادق ہو، فان موسی علیه السلام اَصَرَّ علی الاتباع مع انکار الشیخ وتخویفه له عن المکاره.

(۲۵)......اور اسے چاہیے کہ متواضع ہو، استاذ کے سامنے سراپا احتیاج بنے۔ فقد قال سیدنا موسی سائلاً کانّه استجهل نفسه واظهرها فی حاجة شدیدة الیٰ الرشد: هَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.

(۲۶)......اور چاہیے کہ ادب شناس ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست استفہام کے پیرایہ میں پیش کی، پھر درخواست میں اپنے تابع بننے کا ذکر سب سے پہلے فرمایا اور پھر حضرت خضر علیہ السلام کو عالم و معلّم ظاہر فرمایا۔ پھر "مِمَّا عُلِّمْتَ" کے ضمن میں ان کے سرمایۂ علم میں سے کچھ عطا فرمانے کی اپیل کی، جیسا کہ فقیر کسی تونگر سے اس کے کچھ مال کا سوال کرتا ہے۔

(۲۷)......اور وہ اپنے شیخ کا وفا شعار و جان نثار ہو، کما هو ظاهر من صنیع سیدنا یوشع ثم سیدنا موسی علیهما الصلوٰة والسلام.

(۲۸)......اپنے آپ کو معلّم کا غلام سمجھے۔ کان نفسه مبیعة والعلم ثمنها قال: عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ" وکلمة "علی" تدخل علی الأثمان والأعواض،

واستخدم یوشع والاستخدام من غیر الاجرة من سمات الرق،وروی عن السلف: من علّمنی حرفاً فأنا عبده.

(۲۹)......اپنے استاد سے علمی استفادہ کے علاوہ اور کسی فائدے کی خواہش نہ رکھے۔کما ھو مدلول:ھَلْ اَتَّبِعُکَ عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ . الأیة

(۳۰)......اپنے شیخ کے جسمانی آرام وراحت کا لحاظ وخیال رہے۔فان سیدنا یوشع علیہ السلام لم یُوقِظ سیدناموسی علیہ السلام حینما رأی الحوت اتخذ سبیلہ فی البحر سربا.

(۳۱)......ضرورت پڑے تو بحری سفر بھی برائے حصول علم اختیار کرے۔فقد رکب موسی مع الخضر علیہ السلام فی السفینةِ وقبل ذلک دخل البحر اثر الحوت حتی وصل الی الخضر فی جزیرة علی احد الأقوال.

(۳۲)......استاذ کی سختی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتا رہے۔نسب الی موسی علیہ السلام قلة الصبر وعدم العلم مع جلالتہٖ، فأجابہ علیہ السلام : سَتَجِدُنِیۡ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَا اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا.

(۳۳)......استاذ کی نشان دہی کے بعد اپنی کمزوری کو رفع کرنے کی کوشش اور عزم کرے۔ سَتَجِدُنِیۡ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ .الآیة

(۳۴)......خود اعتمادی کے بجائے خدا اعتمادی کا اظہار کرے.کما یشیر الیہ تعلیق سیدنا موسی علیہ السلام لِمَا عزم علیہ بمشیتہ عزوجل.

(۳۵)......معلم ومربی کے متدیّن ہونے کا یقین ہوتو غیر مشروط طور پر اسے اپنی اطاعت اور خدمت کی پیشکش کرے ۔ویدلّ علیہ قولہ :"ھَلۡ اَتَّبِعُکَ" ضمناً وقولہ:"وَلَا اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا" صریحاً.

(۳۶)......اپنے شیخ کی کامل اتباع ہو؛حتی کہ افکار،اقوال،اعمال میں اس کا عکسِ جمیل ومظہراتم بننے کی کوشش کرے۔**کما یفهم من حذف المتعلقات فی قوله :هَلْ اَتَّبِعُکَ**

(۳۷)......شیخ جب تعلیم میں مصروف ہوتو سوال وغیرہ کر کے دخل اندازی نہ کرے۔ **فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ.الآیة. والاخلال بهذا الأدب قد یفضی الی الانقباض؛ بل ربما أعقب الفراق.**

(۳۸)......کچھ شبہ وخلجان ہوتو شیخ کی طرف سے جواب وازالہ کے انتظار میں رہے۔**حَتّٰی اُحْدِثَ لَکَ مِنْهُ ذِکْرًا.**

اے لقائے تو جواب ہر سوال ۞ مشکل از تو حل شود قیل وقال

(۳۹)......بظاہر خلافِ شرع کام شیخ سے دیکھنے میں آئے تو حتی الامکان تاویل سے کام لے اور جائز مَحامِل پر حمل کرے،سوءِ ظن سے بچے۔

بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ ورسم منزلہا

وراجع لشرح کلام العارف الشیرازی هذا الی"التکشف" وغیره من کتب المحققین ولاتغترنّ بظاهره.

(۴۰)......اگر تاویل سمجھ میں نہ آئے تو منکر کو منکر ہی سمجھا جائے،شیخ پر نقد وجرح سے احتراز کرے۔**فان سیدنا موسی علیه السلام مع الانکار علی الفعل وَاظَبَ علی اِتّباع الخضر ولم یفارقه بالمرة.**

(۴۱)......اپنی فروگذاشت اور تقصیر کا اعتراف کیا کرے۔**قال یوشع: فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ،وقال موسیٰ علیه السلام:قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا.**

(۴۲)......شیخ کے اطمینان کے لئے اپنی کوتاہی کا سبب اور عذر بھی بیان

کرنا چاہئے۔ وَمَآ اَنۡسٰنِیۡهِ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ .الآیه

(۴۳)......اور شیخ سے تسامح فرمانے کی درخواست کرے۔ لَاتُؤَاخِذۡنِیۡ بِمَا نَسِیۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا.

(۴۴)......شیخ پر تنقید علم یا اس کی برکت سے حرمان کا سبب بن سکتا ہے۔ قال سیدنا الخضر علیه السلام بعدمَاناقَشَهُ موسیٰ مرارا: هٰذَا فِرَاقُ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنِکَ، وقد اَحَبَّ رسول الله ﷺ "لو صبر موسیٰ علیه السلام وسکت" کما فی الصحیح.

(۴۵)......مزاجی مناسبت نہ ہو یا اور کوئی حاجب ہو تو شیخ سے مفارقت کی درخواست کی جائے۔ اِنۡ سَاَلۡتُکَ عَنۡ شَیۡءٍ بَعۡدَ هَا فَلَا تُصٰحِبۡنِیۡ.

(۴۶)......بہتر یہ ہے کہ شیخ پر "مُصاحِب" اور تلمیذ پر "صاحِب" کا اطلاق کیا جائے، فَلَا تُصٰحِبۡنِیۡ... اِذۡیَقُوۡلُ لِصَاحِبِهٖ

(۴۷)......طالب اور مسترشد کی ناکامی کے دو بڑے سبب ہیں: اول عدمِ استقلال، دوم نافرمانی، اس لیے کسی شیخ کی صحبت اختیار کرتے وقت ان دونوں موانع سے الگ رہنے کا پختہ عزم کرے۔ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا.

(۴۸)......سعیِ پیہم کے ساتھ صحیح سمت کی طرف رخ ہونا اور حزم واحتیاط بھی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا.

(۴۹)......شیخ کی طرف کوتاہی کی نسبت نہ کرے اگرچہ وہ کوتاہی میں شریک رہا ہو. فقد کان النسیان عن سیدنا موسی علیه السلام وسیدنا یوشع جمیعا، یقول تعالیٰ: فَنَسِیَا حُوۡتَهُمَا، ولکن یوشع علیه السلام قال: فَاِنِّیۡ نَسِیۡتُ الۡحُوۡتَ.

(۵۰)......ایسے لب ولہجہ سے احتراز کیا جائے جس سے تکبر وتعلّی تو درکنار، استاذ کے

ساتھ تساوی کی بو آتی ہو۔قال سیدنا موسی علیه السلام: ”عَلٰی اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا.“ أتیٰ بـ: ”مِنْ“ التبعیض تحاشیًاعن شبهة حبّ التساوی مع شیخه.

(۵۱)......شیخِ کامل کے تتبع وتلاش میں سعیِ بلیغ سے کام لینا چاہئے۔اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا. والمنساق بعد الطلب اعزّ وانفس.

(۵۲)......شیخ کو چاہئے کہ طالب کی طلب کا امتحان لے. کما فعل سیدنا الخضر علیه السلام لسیدنا موسی علیه السلام.

(۵۳)...... یہ امتحان حلقہ تلمذ میں قبول کرنے سے انکار کی صورت میں بھی ہوسکتا ہے۔ کما مر.

(۵۴)......انکار خشک نہیں ہونا چاہئے؛ بلکہ معقول عذر اور دلیل کے ساتھ ہو۔ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا.وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا،وهو المعمول عند کثیر من المشائخ المحققین فی التصوف والسلوک.

(۵۵)......اپنی فراست یا اور کسی ذریعہ سے طالب میں مانعِ استفادہ کوئی بات معلوم ہوتو اسے صاف صاف بتلایا جائے۔اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا.وَکَیْفَ تَصْبِرُ.الآیة.

(۵۶)......داخلہ کے خواہشمند کو جو مشکلات بعد میں پیش آسکتی ہوں ،پہلے سے انہیں ان سے آگاہ کیا جائے. وقد مرّ مأخذه غیر مرة.

(۵۷)......حلقہ تلمذ میں شمولیت کے بعد شیخِ محقق کی تقلید ضروری ہے، ورنہ محرومی ہوگی.فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ الآیة.

(۵۸)......معلم کو چاہئے کہ متعلم کی استعداد وظرف کے مطابق تعلیم دے اور کَلِّمِ الناسَ علی قَدرِ عُقولهم کے اصل پر کار بند رہے ،ورنہ تعلیم مفید ثابت نہ ہوگی ، بلکہ مفارقت پر منتج ہوگی۔ کما کانت العاقبة فی هذه القصة الهامة.

(۵۹)......معلم کوحق ہے کہ طلباء کوضابطۂ تعلیم اور لائحۂ عمل کا پابند بنادے اور داخلہ کومشروط رکھے۔ویؤخذ ذلک من قوله: فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي. الآيه

(۶۰)......استاذ طلبہ کوبعض جائز اور مباح امور سے روک سکتا ہے، اگر مُخِل بالاستفادہ یامانع ہوں۔(ایضاً)

(۶۱)......شیخ کوچاہئے کہ اپنے کسی مشتبہ قول وعمل کی مناسب موقع پروضاحت اورتوجیہ کرے۔حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْراً. سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا.

(۶۲)......منکر بلا تاویل کی برداشت مشکل ہوتی ہے اور بعد از تاویل سہل۔ ویدلّ علیه الفرق فی التعبیر بین"تستطع"و"تسطع".

(۶۳)......ذریعۂ تعلیم صرف قیل وقال نہیں؛ بلکہ عمل وحال بھی بن سکتے ہیں۔وقد سلک سیدنا الخضر علیه السلام هذا المسلک، وعلّم نبیُّنا وحبیبُنا محمد ﷺ امّتَه بالقول والفعل والحال، وأجمعوا ان الکل منه سنة متبوعة حجة ملزمة.

(۶۴)......استاذ مفید سمجھے تو طلبہ پر مناسب سختی کرسکتا ہے۔وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا. رماه بقِلَّةِ الصبر وفَقْدِ العلم، کمامر.

(۶۵)......طلبہ اور اساتذہ ممکنہ اسباب اور وسائلِ معاش استعمال میں لاسکتے ہیں۔ فان موسی ویوشع علیهما السلام حملا معهما الغداء وناما فی ظل صخرة ورکب مع الخضر علیه السلام فی السّفینة وخرق الخضر السفینة بالفاس وغیر ذلک.

(۶۶)......کچھ بھی پاس نہ ہوتو دوسروں سے حاجاتِ ضروریہ کامطالبہ جائز ہے۔ اِسْتَطْعَمَا اَهْلَهَا.

(٦٧)......معلم کے لئے شاگرد سے خدمت لینا جائز ہے: قال موسیٰ علیه السلام لیوشع: اٰتِنَا غَدَآئَنَا، وفی الحدیث انه قال له: لا اٰکلُ الّا ان تخبرنی بحیث یفارقک الحوت، وعبّر الکتاب العزیز عن یوشع تلمیذ موسی بلفظ "الفتی" وهو الخادم عرفا.

(٦٨)......نابالغ شاگرد سے خدمت نہ لی جائے، اسی طرح مریض وضعیف سے بھی۔ وہ خود کرے یا اس کا ولی کہہ دے تو جائز ہے۔ یا مقصد استخدام نہ ہو، بلکہ تادیب وتعلیم واعتیاد ہو، تو جائز ہوگا۔ وَاللّٰهُ یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ، والفتی یطلق علی الشاب، ویتبادر منه الصحیح عرفا، فخرج الصغیر والکبیر والسقیم والضعیف.

(٦٩)......تلامذہ اور خدام کا تذکرہ بھی احترام کے ساتھ ہونا چاہئے. فقد ذکر القرآن الحکیم تلمیذ سیدنا موسی وخادمه بلفظ "الفتی"

(٧٠)......رفیقِ سفر مخلص وجاں نثار شاگرد ہونا چاہئے۔ فان یوشع علیه السلام کان مختصا بسیدنا موسی علیه السلام ومحباًله بالغایة، وقد اهتدی بهدیه نبینا ﷺ فی سفر الهجرة، حیث اتخذ اخصّ اصحابه به اعنی الصدیق رضی الله عنه رفیقا.

(٧١)......طویل سفر میں کسی کو رفیقِ سفر بنانا چاہئے۔ کما فعل سیدنا موسیٰ علیه السلام وایّدتُه السنة النبویه القولیه والفعلیة.

(٧٢)......یہ استصحاب استخلاف کا قرینہ ہوتا ہے اور اس کا پیش خیمہ۔ فقد کان یوشع علیه السلام خلیفة من بعد موسیٰ، کما استخلف الصدیق الاکبر رضی الله عنه بعده ﷺ.

(٧٣)......ایسے سفر کے آغاز میں رفیق کو سفر اور مشکلاتِ سفر سے اجمالاً آگاہ کیا

جائے؛ تا کہ وہ ساتھ دینے کا فیصلہ علی وجہ البصیرۃ کر سکے۔وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ. الآیة

(۷۴)......اہل کمال کو چاہیے کہ اسبابِ ترفّع کے باوجود انکساری اختیار کریں۔ حق تعالیٰ کے ہاں وضع اور رفع کا ضابطہ یہ ہے :من تواضع رفعه الله، ومن تكبر قصمه الله، وكان ابتلاء سيدنا موسى لكلمةٍ تُنَافِي التواضع على الظاهر وتنبئى عن الإعجاب.

(۷۵)......اجمالاً یہ عقیدہ رکھیں کہ ''وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ'' وفی الحديث: فأوحى اللّٰه تعالیٰ الى موسى ان لى عبدًا هو اعلم منک.

(۷۶)......اہل علم کو عجب تو کیا صورتِ عجب ودعوی سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔ لان ما قاله سيدنا موسى كان صديقا وحقا، وساحة النبوة بريئة من خبث الكبر ودرن العجب، الّا انه كان فى صورته،فأدب، كما قصّه اللّٰه تعا لیٰ ورسوله.

(۷۷)......زادِ سفر لے جانا سنت ہے۔لِحَمْلِ سيدنا موسیٰ ويوشع عليهما السلام معهما غَداءَ هُمَا، وقد رغب التنزيل فيه: تَزَوَّدُوْا.

(۷۸)......بقدرِ کفایت تزوّد منافی توکل نہیں۔ والّالما تزوّد سيدنا موسیٰ ويوشع عليهما السلام مع انهما من سادات المتوكلين.

(۷۹)......بعض علوم کا اظہار غیر ضروری؛ بلکہ نامناسب ہوتا ہے۔ كما يظهر من تفاصيل هذه القصه الطريفة خصوصًا من قول الخضر لموسى عليهما السلام:يا موسى انى على علمٍ لاينبغى ان تعلمه انت. الحديث

(۸۰)......فاضل مفضول من وجہٍ سے استفادہ کرسکتا ہے اور اس کی متابعت بھی۔

لان موسیٰ علیه الصلاة والسلام کان افضل من الخضر علیه السلام وغیره قطعا، الّا ان الخضر علیه السلام کا ن له فضلٌ جزئیٌّ لِعلمِهٖ ببعض الامور الکونیة، فأحبّ سیدنا موسی ان یجمع الی علمه من علمه، وعزم علی اتباعه والتزم متابعته، وائتمّ رسولنا ﷺ ببعض أصحابه ووافقهم فی بعض الأمور الدنیویة وقال: انتم اعلم بأمور دنیاکم.

(۸۱)......امر خداوندی کے ماتحت سعی میں تعب وتھکان محسوس نہیں ہوتا۔ کما ورد فی الحدیث الصحیح فی سیاق هذه الواقعة.

(۸۲)......یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر طاعت تھکان کے بغیر ہو۔ لان سفره علیه السلام بعد مجمع البحرین ایضا کان من الطاعة.

(۸۳)......علم سے تعلق رکھنے والے نسیان سے پریشان نہ ہوں، کہ یہ لازمۂ بشریت ہے؛ حتی کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں "فَنَسِيَا حُوْتَهُمَا" "لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ".

(۸۴)......"مقربان رابیش بود حیرانی" اہل علم خاصان حق ہیں انہیں سب سے زیادہ محتاط اور خوفزدہ رہنا چاہئے۔ کما مر ان ابتلاء سیدنا موسیٰ کان لکلمةٍ قالها وکانت حقا؛ لکن صورتها کانت صورة الإعجاب، وقال تعالیٰ: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ.

(۸۵)......معلم ومتعلم کے درمیان طعام وغیرہ میں امتیاز نہیں ہونا چاہئے، بحیثیت خادم بھی ان کے ساتھ "وَاَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تُطْعِمُوْن" پر عمل رہے۔ "اٰتِنَا غَدَائَنَا" "فَنَسِيَا حُوْتَهُمَا" کی اضافتیں اس حقیقت کا پتہ دے رہی ہیں۔ وقال شعبة: من روی عنی حدیثا فهو مولاي.

(۸۶)......اہل علم اور اہل خیر کی خدمت دنیا میں بھی باعث خیر و برکت ثابت ہوتی ہے:
فقد استخلف سیدنا یوشع علیه السلام بعد سیدنا موسی علیه السلام و کانت بیده الفتوح العظام. و انتفع اصحابُ السفینة بسفینتهم وسلمت لهم من الغصب؛ لانهم حملوا السیدین موسی و الخضر فیها من غیر نولٍ، ونَظَائرُه لاتُحصٰی.

(۸۷)......عموماً ناگوار امور مبشرات ثابت ہوتے ہیں۔ فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَآ، و کان ذالک بعد التعب و النصب.

(۸۸)......خدام کی کوتاہی پر معذرت کو قبول کرنا چاہیئے۔ قَالَ ذٰلِکَ مَا کُنَّا نَبۡغِ. ولم یوبّخه.

(۸۹)......کوتاہی پر تنبیہ ہونی چاہیئے، قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ. الآیة وَ قَالَ: اَلَمۡ اَقُلۡ لَکَ. الآیة

(۹۰) عذر کے لئے تین مرتبہ ہونا کافی ہے، قال سیدنا موسی فی المرة الثالثة: اِنۡ سَاَلۡتُکَ عَنۡ شَیۡءٍۭ بَعۡدَ هَا فَلَا تُصٰحِبۡنِیۡ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّیۡ عُذۡرًا. ولعله السر فی التغلیظ بالطلقة الثالثة و کراهته الثلاث معا.

(۹۱)......طلبہ کی ایک یا دو مرتبہ غلطی سے درگذر کیا جائے، کما هو الظاهر من صنیع سیدنا موسی علیه السلام وصنیع سیدنا الخضر علیهما السلام

(۹۲)......عالم حقانی کے لئے منکر صوری پر بھی سکوت جائز نہیں، لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا. لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا نُّکۡرًا.

(۹۳)......غیرتِ ایمانی اور حق پرستی کی علامت منکر پر نکیر کرنا ہے، وسیرة سیدنا موسی علیه السلام اکبر شاهد له.

(۹۴)......جواب میں شدت وقول سوال کے مناسب ہونی چاہیئے، فان موسی

عليه السلام لما شدّد فی السوال الثانی شدّد الخضر عليه السلام فی جوابه وأكّده باكثر من الأول.

(۹۵)......حق پرستی کا تقاضہ ہے کہ لوگوں کے طعن وملامت کی پرواکئے بغیر حق تعالیٰ کا امر بجالایا جائے۔فان سيدنا الخضر عليه السلام بادَرَ الی الامتثال من غير مبالاةٍ بلوم العوام من الاجانب والاقارب " وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ" وارد فی مثل هؤلآء الربانيين"وَالَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالٰتِ اللّٰهِ وَلَايَخْشَوْنَ احَدًا الاّ اللّٰه"يكشف عن حالهم.

(۹۶)......رخصت کرتے وقت طلبہ کے ساتھ شفقت اور حسن سلوک سے کام لیا جائے، هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِیْ وَبَيْنِکَ سَاُنَبِّئُکَ. الآية

(۹۷)......سائل کے اضطراب کو رفع کرنا انبیاء علیہم السلام کے مکارمِ اخلاق میں سے ہے۔(ایضاً)

(۹۸)......امر مبطون کا یقینی علم ہو تو اس کی شہادت دی جاسکتی ہے،اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ. والإيمان مبطون.

(۹۹)......ازراہِ اخلاص اگر کوئی عالم یا متعلم کی خدمت کرنا چاہے تو اسے قبول کرنا چاہئے۔فان موسی والخضر عليهما السلام ركبا فی السفينة وحملها اهلها مجّانًا كماورد فی الآثار والأخبار.

(۱۰۰)......بہت سے حقائق کونیہ ایسے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے سوا کسی کو ان کا علم نہیں ؛حتی کہ انبیاء علیہم السلام اور اہلِ کشف عرفا کو بھی تمام کونیات کا علم حاصل نہیں ہوا کرتا۔ ويدلّ عليه أحوال سيدنا موسی وسيدنا الخضر عليهما السلام،أما أمر موسی عليه السلام فظاهر من نصّ الكتاب، واما الخضر عليه السلام فقد ورد فی

الحديث انه لم يعرف موسى عليه السلام اول مرة، حتى استخبر عنه.

(۱۰۱)......مخلوق کوئی بھی ہو اپنی ذات وصفات میں حق تعالیٰ کی محتاج ہوتی ہے، اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِنۡ عِنۡدِنَا. الآية

(۱۰۲)......تمام مخلوق کے علم کو حق تعالیٰ کے علم کے ساتھ وہ نسبت بھی نہیں جو کہ ایک قطرے کو بحر بے کنار سے ہوتی ہے، متناہی سے کوئی نہ کوئی نسبت ہوسکتی ہے، لیکن غیر متناہی سے نہیں۔ کمانطق به العصفور بين يدى السيدين موسى والخضر ووافقاه على ذلك على مافى الصحيح.

(۱۰۳)......علمی موضوعات پر آپس میں بحث وتمحیص ہونی چاہئے، كما جاء، فروى الصحاح من مكالمة سيدنا ابن عباس والحر بن قيس فى صاحب موسى: من هو؟

(۱۰۴)......غیر محقق عالم کی بات کی تحقیق محقق سے کی جائے۔ کما عرض سعيدُ بن جبير قولَ نوف البكالى على سيدنا ابن عباسؓ الحبر البحر.

(۱۰۵)......جس عالم سے عوام کی گمراہی کا خطرہ ہو تو عوام کو بچانے کے لئے ان کے سامنے ایسے عالم کی مذمت، غیبت مذمومہ نہیں، اس لئے کہ سیدنا ابن عباسؓ نے نوف کے بارے میں فرمایا: كذب عدوُّ الله.

(۱۰۶)......زجراً تغلیظ فی القول والحکم جائز ہے۔ والقدوة فيه حبر الأمة سيدنا ابن عباسؓ، ويدلّ عليه نصوص الكتاب والسنة.

(۱۰۷)......مستند ماخذ کے بجائے غیر مستند ماخذ سے علم لینا طریقۂ نامرضیہ ہے اور موجب عتاب؛ بلکہ عذاب بن سکتا ہے، فان نوفًا قال ماقال مُقتَبِسًا من أخبار الأحبار والكتب المحرَّفة مع وجود القرآن الحكيم والسنة السنية وأكابر الصحابة، فاستحقّ الملام.

(۱۰۸)......تنازع کی صورت میں اعلم کی طرف رجوع کرنا چاہئے، کمارجع ابن عباسؓ والحرؓالی ابی بن کعبؓ

(۱۰۹)......علم دانشمند کے لئے قابلِ غبطہ دولت ہے،لان موسی علیه السلام لما علم ان الخضر علیه السلام متفرد بعلم لیس هو عنده، أراد ان یتعلّم منه العلم المذکور، إحرازًا للفضیلتین.

(۱۱۰)......علم بے مثل خزانہ ہے،اورعلمی مسائل بمنزلہ جواہر ہیں،فقد فسر قوله تعالیٰ:'' وَكَانَ تَحْتَه كَنْزٌ لَهُمَا'' بالعلم فی بعض الآثار.

(۱۱۱)......اہل حق تحاسد سے دور رہتے ہیں،فان سیدنا موسی لما اخبر بمن هو اعلم منه لم یأخذه الحسد؛ بل بادَرَ الی القرب منه والتواضع له.

(۱۱۲)......خبر واحد حجت ہے جب راوی ثقہ ہو۔فان ابن عباس رضی اللّٰه عنه قداحتجّ بخبر ابی ابن کعبؓ علی الحر بن قیسؓ.

(۱۱۳)......قرآن حکیم کے مجمل کی تفسیر اخبارِ احاد سے جائز ہے ،اور دوسری تفسیروں سے زیادہ مستند ہوتی ہے، کما یدلّ علیه صنیع سیدنا ابن عباسؓ والحر بن قیس رحمه اللّٰه.

(۱۱۴)......تاریخ کی صحیح معلومات حاصل کرنا امرمحمود ہے،اورغلط تاریخی روایات کوقبول کرنا قابل مذمت ہےاورمتفق ومتفرق اورمشتبہ من اسماء الرجال کاعلم خصوصی اہمیت کا حامل ہے،وقد وقع نوف فیما وقع لعدم الخبرة له بهذا العلم الشریف.

(۱۱۵)......اعدادللبلاء قبل النزول کاملین کی شان ہے،ائمہ حنفیہ کا اس لئے یہی شعاررہااوریہی نص کامقتضی اورعین حکمت ہے، فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ .

(۱۱۶)...... جہاں شرک کا شائبہ وتوہّم ہو وہاں تعبیر میں توحید کے تحفظ کا پورا پورا اہتمام کیا جائے، اور شرک کی بلیغ نفی کی جائے، فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا، امورِ خارقہ کا مظہر ہونے کی وجہ سے خضر علیہ السلام کے بارے میں غلط فہمی پیدا ہوسکتی تھی، تو اولاً اسے ''عبد'' ٹھہرایا گیا۔ بندہ کہہ کر معبودیت اور خواجگی کا تصور مٹایا، پھر وہ بھی ''منکر'' کہ ذوجہتین ہے پھر مِنْ عِبَادِنَا 'بہت ساروں میں سے ایک، کہ اس درِ اقدس پر حضرت خضر تنہا نہیں اس جیسے بے شمار سجدہ ریز ہیں۔

(۱۱۷)...... توحید کے تحفظ واظہار کے ساتھ اہل اللہ کا احترام ملحوظِ خاطر رہے، ''عَبْداً مِنْ عِبَادِنَا'' والتنكير للتعظيم والإضافة للتشريف.

(۱۱۸)...... القاب میں مبالغہ آرائی کے بجائے واقعیت کا خیال رکھا جائے، لِفَتَاهُ. فَوَجَدَا عَبْداً .وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

(۱۱۹)...... عبدیتِ حق انسان کا سب سے بڑا کمال اور بڑا اعزاز ہے، فقد عبّر سبحانه وتعالیٰ عن أعلم عباده فی عصره بانّه عبد من عباده، كما كنى بهذا اللقب الشريف عن حبيبه .أشرف عباده وأفضل خلقه في كتابه في مواقع التبجيل غير مرة فقال: سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ وقال: فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی، وقال: تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ، وغير ذلک.

(۱۲۰)...... کبریا زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے، وكلّ من سواه عباده وعبيده، جل جلاله، وما للعبد والكبر

(۱۲۱)...... لَایُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْأَلُوْنَ.. اطلق سيدنا موسى لفظ 'اعلم' فعُوتِب عليه. واطلقه سبحانه على الخضر عليه السلام مع ان موسى اعلم منه من وجهٍ باعتراف منه .وليس لأحد ان ينازعه اويناقشه، تعالىٰ عن ذلک علوًا كبيرًا.

(۱۲۲)......پرندے بھی علم وشعور رکھتے ہیں۔ففی الحدیث:جاء طیر فألقی منقاره فی البحر،فقال الخضرلموسی:تدری مایقول هذا الطائر؟ الحدیث رواه الحاکم وصحّحه.

(۱۲۳)......سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو منطق الطیر کا علم نہ تھا۔اور حضرت خضر علیہ السلام کو یہ علم دیا گیا تھا۔کما یظهر من الحدیث المذکور، وفی روایة ابن عساکر:قال موسی:لاأدری، قال الخضر هذا یقول، الحدیث.

(۱۲۴)......زائر کو سلام میں پہل کرنی چاہئے ۔فسلّم علیه موسی، ولکن من آداب المتعلم بالأولی أن یسلّم علی شیخه أوّل مالقیه.

(۱۲۵)......قائم غیر پر سلام کرے۔کمابسط فی المبسوطات وکان الخضر علیه السلام جالسا أو مستلقیا.

(۱۲۶)......سلام سنن قدیمہ متوارثہ من الانبیاء علیہم السلام میں سے ہے۔کمامر.

(۱۲۷)......مشغول شخص پر سلام کا جواب غیر ضروری ہے۔

ففی روایة البخاری:ان موسی لما سلّم علیه قال:وأنّیٰ بأرضک السلام،وقدورد في روایة مسلم وغیره التصریح بالإجابة، واللّٰه سبحانه اعلم، ولعلّ الخضر علیه السلام راعی الأمرین۔

(۱۲۸)......جب یقین ہو کہ دعا منافی قضاوقدر ہے تو اس سے پھر احتراز کیا جائے،هذا متفرّع علی روایة عدم الاجابة علی احد الوجوه.

(۱۲۹)......نفع وضرر کے مالک فقط حق تعالیٰ شانہ ہیں۔فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَا وغیر ها من الآیات، حیث نسب التصرف لجلب الخیر ودفع الضّرر الیه وسبحانه.

(۱۳۰)......حق تعالیٰ کا ہر کام وفیصلہ حِکَم ومصالح پر مشتمل ہوتا ہے. بمقتضی حكمته وان لم يكن الأصلح واجبًا عليه، وتدل عليه القصة بجملتها

(۱۳۱)......انسانی عقل اس کے اسرار وحِکَم کا احاطہ نہیں کرسکتی،ومن يكون اعقل من سيدنا موسى عليه السلام؟

(۱۳۲)......اپنی عقل کونص ونقل کا تابع وغلام رکھیں،احکام الٰہیہ بلا چون وچرا تسلیم کیجئے،كما يرشد اليه نهاية القصّة.

(۱۳۳)......غلام کی اضافت مخلوق کی طرف کرنی ہوتو عبد کے بجائے فتى کا لفظ استعمال کیا جائے،وقد ذهب بعض المفسرين الى ان المراد من الفتى هو العبد،وندب الحديث الشريف الى هذ الأدب فى التحاور.

(۱۳۴)''زاد''میں شرکت جائز ہے۔ويدل عليه لفظ 'حوتهما''ولفظ "غدائنا".

(۱۳۵)......شرکاءِ سفر کے لئے تو مندوب ہے کہ زاد مشترک ہو۔وكان ذلک معمولًا للصحابة فى أسفارهم رضوان الله تعالىٰ عليهم اجمعين

(۱۳۶۔۱۳۷)......خوارق بصورتِ معجزات وکرامات حق ہیں۔كحياة الحوت المشويّ وإمساک الماء عن الجرى وغير ذالک، وكإقامة الجدار بإشارة اليد أومسّها على القول الأصح.

(۱۳۸)......نسیان کی صورت میں عصیان متحقق نہیں ہوتا۔قال: وَلَا اَعۡصِىۡ لَکَ اَمۡرًا وقال: لَاتُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ

(۱۳۹)......انبیاء علیہم السلام کو بھی فی الجملہ طبعی حوائج وعوارض پیش آتے ہیں جیسے بھوک اورتھکان وغیرہ،لَقَدۡ لَقِيۡنَا مِنۡ سَفَرِنَا هٰذَانَصَبًا، اسۡتَطۡعَمَآ اَهۡلَهَا وغیرہ سے یہ مضمون بآسانی معلوم ہوتا ہے۔

(۱۴۰)......ان کو کلی علم حاصل نہیں ہوتا، نہ وہ ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ہوتے ہیں۔

فقد جاوز سيدنا موسى عليه السلام كليم الله ونجيّه عن مكان الخضر عليه السلام ولم يعلم به، حتى أخبر ه يوشع بالأمارة، والحاضر في كل مكان لايتصور منه السير والسفر.

(۱۴۱)......بطورِ حکایت تکلیف اور درد کا اظہار جائز ہے۔لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا فرمانا اس پر دلیل ہے۔

(۱۴۲)......ایسا کرنا بے صبری اور منافی کمال نہیں۔(ایضاً)

(۱۴۳)......اثنائے سفر روزہ اگر مخل ہو تو نہیں رکھنا چاہئے،''اتنا غداء نا''

(۱۴۴)......ناشتہ کرنا، صبح کا کھانا، کاملین سے ثابت ہے،(ایضا)اور ساتھ رات کا کھانا بھی كما في الرواية الآتية.

(۱۴۵)......تلی ہوئی مچھلی کا کھانا نہ صرف جائز ہے؛ بلکہ محبوبانِ حق کی غذا ہے.ففي رواية ابن المنذر وغيره،ان موسى شقّ الحوت وملحه وتغدّى منه وتعشّي.

(۱۴۶)......تلذّذ بالمباح بھی منافی کمال نہیں نمک لگانے میں دیگر فوائد کے ساتھ ایک اہم فائدہ لذت میں اضافہ بھی ہے۔

(۱۴۷)......اسباب استراحت میسر ہوں تو ان سے استفادہ کرنا چاہئے، اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ،وفي الحديث انهما ناما في ظلها

(۱۴۸)......سفر میں رفیقِ سفر کی ضروریات کا خیال رکھا جائے.قيل: ان موسى لم يجع وانما طلب الغداءَ لجُوع صاحبه.

(۱۴۹)......استراحت کبھی ذہول کو جنم دیتی ہے.فان نسيان الحوت عند الصخرة كان بعد المنام.

(۱۵۰)......شرور کی نسبت نسبتاً شیطان کی طرف کرنی چاہئے۔ وَمَآ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ .الآية.

(۱۵۱)......امورِاختیاریہ کی طرح اضطراریہ میں بھی شیطان کا دخل ہوسکتا ہے(ایضاً)

(۱۵۲)......دینی امور میں اتباعِ وحی کی طرح دنیوی معاملات میں عقل وفکر سے کام لینا چاہئے، فَارۡتَدَّا عَلٰٓی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا.

(۱۵۳)......انبیاء علیہم السلام کے چلتے وقت اقدامِ مبارکہ کے آثار ہوتے ہیں۔(ایضاً)

(۱۵۴)......طلبہ کے لئے فرشتوں کا پر بچھانا ایک معنوی امر ہے۔(ایضاً)

(۱۵۵)......حق وصواب معلوم ہوجائے تو فوراً اس کی طرف رجوع کرے۔(ایضاً)

(۱۵۶)......اہل دل کی صحبت حیات آفرین ہوتی ہے۔لأن حياة الحوت الميت كانت بجوار الخضر عليه السلام في مجمع البحرين.

(۱۵۷)......مکین کے شرف یا ذلت کا اثر مکان پر پڑتا ہے۔حَتّٰٓی اِذَآ اَتَیَآ اَهۡلَ قَرۡیَةِ ِاسۡتَطۡعَمَآ اَهۡلَهَا . وقال:وَاَمَّاالۡجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیۡنِ یَتِیۡمَیۡنِ فِی الۡمَدِیۡنَةِ وَكَانَ تَحۡتَهٗ كَنۡزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوۡهُمَاصَالِحًا. فلومُ الأهل أوجب الهوان للقرية حتى نكرت وعبّر منها باسم القرية،وصلاحُ الأب أورث شرفاً للجدار والمدينة حتى عرفا،وعبّر باسم "المدينه"المشعر بالعظمة

(۱۵۸)......سعی وطلب مفتاح النجاح ہیں۔فَوَجَدَا عَبۡدًا..مَنۡ جَدَّ وَجَدَ.. وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا... وَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ یُسۡراً

(۱۵۹)......اعادۂ نظر کبھی مُوصِل الی المطلوب ہوتا ہے،اہل علم کو اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے۔فان موسى لم يجد بُغيَةً أول مرة، وإنما وجدها بعد ما أعاده.

(۱۶۰)......یہ ضروری نہیں کہ کسی کامل کو دوسرے تمام اہل کمال کا علم ہو۔فإن الخضر

عليه السلام سأل موسى: من أنت؟قال موسى: موسى بني اسرائيل. (الحديث).
ولم يكن لسيدنا موسى علم بالخضر ومقامه عليه الصلوٰة والسلام۔

(۱۶۱۔۱۶۲)......نبوت اور ولایت خاصہ رحمتِ کبری ہیں۔اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا، اوردونوں رحمت حق کاثمرہ ہیں اوردفعی ہوتی ہیں۔

(۱۶۳)......رحمت خاصہ اور علم لدنی کے حصول کا قوی ذریعہ تخلی للعبادۃ ہے۔
سماه اولا "عبدا" ثم وصف بما وصف.

(۱۶۴)......محبوبانِ حق کی نمایاں صفتیں رحم اور علم ہیں۔ کسیدنا الخضر عليه السلام وحبيبنا ﷺ كان أعلم الناس كافة ورحمة للعالمين.

(۱۶۵)......ذکر ومراقبہ کے وقت تنہائی میں سبز چادر اوڑھنا سنتِ خضر و یہ ہے، اور ابلغ فی الخلی ہے،"اذا رجل ملتفّ فی كسائه ،مسجّى بثوبه (الحديث) وفى بعض الروايات ان لونه كان خضرا.

(۱۶۶)......زائر کو چاہئے کہ مزور نہ پوچھے، ازخود اپنا تعارف کرائے۔ ففى بعض روايات الصحيح ان سيدنا موسى قال بعد ما سلم: أنا موسى.

(۱۶۷)......اور بعد از تعارف اپنا مقصد ظاہر کرے، جِئۡتُکَ لِتُعَلِّمَنِیۡ.

(۱۶۸)......درخواست ایسی جامع ہو کہ سائل کا احتیاج، مسئول عنہ کا ادب، درخواست کا غایت ومقصد اور قابل قبول ہونے کی وجہ اس سے ظاہر ہو اور اس جامعیت کے ساتھ پھر مختصر بھی ہو۔هَلۡ اَتَّبِعُکَ عَلٰۤی اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا.

(۱۶۹)......شیخ کامل کی صحبت وملازمت کبریتِ احمر ہے، مگر حقوق وآداب کا پورا خیال رکھنا متعسّر ہے اور مزاجی ہم آہنگی نہ ہو تو متعذّر رہے۔ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا .وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِهٖ خُبۡرًا.

(۱۷۰)......اسبابِ عادیہ کا استعمال عندالاستطاعت ضروری ہے جب مسبّب کا ترتب متعین یا غالب ہو۔ کرُکوب السفینة للعبور وخرقها للحفظ وغیر ذلک.

(۱۷۱)......ممکن ہو تو عمدہ سے عمدہ ذریعۂ تعبیر کو اختیار کیا جائے. ففی روایةٍ انهما اختارا للرکوب أحسن السفن وأتقنها.

(۱۷۲)......اصلاح کی نیت سے دوسرے کے ملک میں تصرف؛ بلکہ کچھ حصہ کا اتلاف جائز ہے۔ ''خَرَقَهَا''

(۱۷۳)......اهونُ الضررین کو اختیار کرنا اہم اصل ہے، کما هو مدلول القصة بجملتها.

(۱۷۴)......ظالم قوت کا مقابلہ ممکن نہ ہو تو تحفظ ودفاع کے لئے دوسری تدابیر اختیار کی جائیں۔ کما فعله سیدنا الخضر علیه السلام.

(۱۷۵)......احسان فراموش، مالِ غیر کا اتلاف اور بے گناہ جانوں کے ضیاع کا سبب بننا شریعت مطہرہ کی نظر میں منکرات عظیمہ ہیں۔

(۱۷۶)......بظاہر اساءت کبھی بہ باطن احسان ہوا کرتا ہے، اور اصلاح کبھی اتلاف کی صورت اختیار کر لیتی ہے، کخرق السفینة وقتل الغلام.

(۱۷۷)......کاملین کو ہمیشہ دوسروں کے نفع ونقصان کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا، اپنے غرق ہونے کا ذکر صراحتًا نہ فرمایا۔

(۱۷۸۔۱۷۹)......منکر کا سبب بھی منکر ہوتا ہے اور متسبّب کی طرف مسبّب کی نسبت جائز ہے۔ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا.

(۱۸۰)......نسیان پر مواخذہ ومعاقبہ نہیں، نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں ۔ لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ... رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا. الآیة.

(۱۸۱)......نسیاناً فعل ہوتب بھی اس پر طبعی اثر مرتب ہوتا ہے. کتغیر الخضر علیه السلام والتفارق فی الجملة.

(۱۸۲)......بھول چوک پر گرفت کرنا سخت گیری اور تشدد کے دائرے میں آتا ہے۔ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا.

(۱۸۳۔۱۸۴)......یقین سے یقین کا ازالہ ہوتا ہے۔ "فَقَتَلَه" افساد کا یقین ہوتو کافر شیوخ وصبیان کا قتل بھی جائز ہے۔ (ایضاً)

(۱۸۵۔۱۸۶)......اباحت کا یقین ہوتو استکشاف ضروری نہیں۔ (ایضا) تسببِ ردت، ردت کے حکم میں ہے، توبہ کا احتمال نہ ہوتو قتل ضرور ہوگا۔ (ایضاً)

(۱۸۷۔۱۸۸)......ازروئے شریعت نابالغ گناہوں سے پاک ہیں، اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً. نابالغ کا قتل ناجائز ہے۔ (ایضاً)

(۱۸۹)......اپنے ایسے اعتقاد کے مطابق خبر دینا جو واقعہ کے خلاف ہو کذب نہیں۔ وَلَا اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا. يحتمل الخبر، وان كان الظاهر الإنشاء والإخبار عن كون النفس زكيةً من هذا القبيل.

(۱۹۰)......"مباشرت" "تسبّب سے اقویٰ واشد ہے۔ کان خرق السفينة تسببا للهلاک والقتل مباشرة، فخفف فی النكير فی الاول وشدّد فی الثانی.

(۱۹۱)......اتلافِ نفس اتلاف مال سے بڑھ کر جرم ہے۔ لامكان التلافی فی الثانی دون الأول؛ فلذا عبّر عنه بالنكر وعن الاول بالامر.

(۱۹۲۔۱۹۳)......نکیر بمقدارِ منکر ہو، (کمامر) قتل ناحق قاتل کو مباح الدم بناتا ہے۔ يدل "بِغَيْرِ نَفْسٍ" بفحواه عليه.

(۱۹۴)......دوسری مرتبہ غلطی پر تنبیہ پہلی کی بہ نسبت زیادہ ہونی چاہئے۔ اَلَمْ اَقُلْ

لکَ اِنَّکَ الآیة، ولم یقل فی اول "لکَ".

(۱۹۵)......شہر پر قریة کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ اَتَیَآ اَھْلَ قَرْیَةِ ...... لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ .

(۱۹۶)......اکرامِ ضیف حکمِ شرعی ہے اور اخلاق فریضہ بھی۔ "فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمَا" یدلّ علیه بفحواه، والروایات فی تفسیره مصرحة.

(۱۹۷)......شہر میں آمد محض برائے تفریح نہ ہو؛ بلکہ دوسرے مقاصد ومصالح کو سامنے رکھا جائے۔ "اَتَیَآ اَھْلَ قَرْیَةِ"بزیادة لفظ الأھل، مع ان الإیجاز فی ترکه.

(۱۹۸)......حقِ ضیافت کا مطالبہ مذموم سوال کے دائرے میں نہیں آتا۔ اسْتَطْعَمَآ اَھْلَھَا.

(۱۹۹)......ایسے نالائق لائقِ تعزیر ہوتے ہیں۔لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا.

(۲۰۰)......ضیافت سے انکار نالائقی ودناءت ہوتی ہے۔ فی الحدیث: آتیا قریة لئام" وقال قتادة :شر القری التی لاتضیف الضیف.

(۲۰۱)......برائی کا جواب اسی طرح کی برائی کے ساتھ فی الجملہ شرعاً جائز ہے۔(ایضاً)

(۲۰۲)......انفرادی غیبت کی طرح اجتماعی غیبت سے بھی گریز کیا جائے،یعنی کسی شخص کی غیبت کی طرح کسی متعین گروہ کی غیبت بھی مذموم ہے۔لانه سبحانه ذکر ھؤلاء اللئام بقوله "اھل قریة" فانھم ذکرھم بالتنکیر ولم یسمّھم.

(۲۰۳)......مسافروں پر ترحّم کا جذبہ مستورات میں زیادہ ہوتا ہے،ففی روایة ضَیَّفَتْھُمَا امرأةٌ.

(۲۰۴)......بے شعور کی طرف باشعور مجازاً منسوب ہوسکتا ہے۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ، فنسب الإرادة الی الجدار.

(۲۰۵)......حسب ضرورت مکان کی تعمیر مستحسن ہے۔ وَاَمَّاالْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ .... وَکَانَ اَبُوْھُمَاصَالِحًا.

(۲۰۶)......مائل بسقوط عمارت فوراً درست کی جائے بلا اہمال کے. "فاقامه" والفاء للوصل .

(۲۰۷۔۲۰۸)......اصلاح کے لئے استیذان ضروری ہے (ایضاً) دنیوی کام کاج بھی سلیقہ کے ساتھ ہو۔ ایضا مع الروایات التفسیرية.

(۲۰۹)......اصطناع المعروف الی غیر اہلہ ،غیر مستحسن امر ہے۔ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا.

(۲۱۰۔۲۱۱)......محنت ومزدوری کرنا سنتِ انبیاء ہے۔ (ایضاً) اور اپنی محنت کی اجرت لینا کمال کے منافی نہیں۔ (ایضاً)

(۲۱۲)......عند الحاجت اجرت نہ لینا موجبِ ملامت ہے۔ کما یفهم من خطاب سیدنا موسی علیه السلام وماورد فی شرحه من الروایات.

(۲۱۳)......اختیارِ اسباب مع ترک الاعتماد علیہا کلیۃً ترکِ اسباب سے بہتر ہے. کما یشیر الیه کلام سیدنا موسی علیه السلام وکان أفضل الرجلین.

(۲۱۴)......سبب کے غیر مفید ہونے کا یقین ہو تو ترک ہی متعین ہوگا۔ وصنیع سیدنا الخضر علیه السلام یشیر الیه.

(۲۱۵)......سلسلۂ اسباب میں فعل کا انتساب سببِ قریب کی طرف ہوگا۔ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ. علی قول

(۲۱۶)......ایفائے شروط ضروری ہے۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَکَ .الآیة. ونبّه علی ترک الوفاء.

(۲۱۷)......بعض ائمہ کے نزدیک ''فقیر''، ''مسکین'' سے ''اسوء حالاً'' ہوتا ہے. اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْن ''ان كانت الإضافة للملك.

(۲۱۸)......اجارہ پر لی گئی چیز اجیر کی طرف منسوب ہوسکتی ہے. فَکَانَتْ لِمَسَاکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ، هذا على القول الآخر.

(۲۱۹)......ملاحی وغیرہ پُرخطر اعمال ومزدوریاں عندالضرورت جائز ہیں۔(ایضاً)

(۲۲۰_۲۲۱)......وصفِ مسکنت موجبِ ترحّم ہے۔(ایضاً) وسائلِ حمل ونقل میں شرکت جائز ہے۔''لمساكين ''علىٰ احد القولين.

(۲۲۲)......شرکت فی العمل جائز ہے۔ الا ان یکون اصطیادا او احتطابا وغير ذلك من المباحات، والتفصيل فى كتب الفقه(ايضا على القول الآخر)

(۲۲۳)......اِغَاثَۃُ الْمَلْھُوْف میں تاخیر نہ کی جائے۔فَاَرَدْتُ اَنْ اَعِیْبَھَا الآية، دادرسی حق تعالیٰ کا کام ہے، انسان ہمت وارادہ کا مکلّف ہے۔

(۲۲۴)......معاشرے کے محروم طبقات یتامیٰ ومساکین وغیرہم احقّ بالاحسان ہیں، ان کی خبرگیری محبوبانِ حق کا خاصہ ہے۔ كما فى الواقعات الثلاث.

(۲۲۵)......ان کی معاشی حالت کی بہتری کی طرح ان کے دین وایمان کے تحفظ کا بھی اہتمام کیا جائے۔ كما فى الواقعة الثانية.

(۲۲۶)......رعایا کے اموال کو ضبط کرنا اور بلا رضامندی استعمال میں لانا ظلم اور غصب ہے۔یَاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَۃٍ غَصْبًا.

(۲۲۷)......شر اور ارادۂ شر کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کرنا سوئے ادب ہے. وان كان كل ذلك بخلقه وقدره. فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا.

(۲۲۸)......کل وغیرہ میں استغراق کا حقیقی ہونا ضروری نہیں، جیسا کہ ''کل

سفینة‘‘ظاہر ہے کہ دنیا بھر کے سفینوں کو شامل نہیں۔

(۲۲۹)......صورۃً مطلق کبھی معناً مقید ہوتا ہے۔ کل سفینة ای صالحة سلیمة بقرینة قوله: اَنْ اَعِیْبَهَا. اَهْلَ قَرْیَةٍ یعنی ’’انطاکیه‘‘ علی أشهر الأقوال.

(۲۳۰)......مامور کا فعل آمر کا فعل تصور کیا جائے گا۔ وَكَانَ وَرَآءَ هُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ.

(۲۳۱)......مجازِ عقلی ولغوی قرآن حکیم میں بکثرت وارد ہے۔ وشواهده في هذه القصة کثیرة.

(۲۳۲۔۲۳۳)......تغلیب منافی صدق نہیں،’’فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَیْنِ‘‘اور نابالغ اولاد کا خیر الابوین کے تابع ہونے کا حکم مبنی برظاہر ہے۔ (ایضاً)

(۲۳۴)......احکام شرع مبنی برظاہر ہوتے ہیں۔ والله سبحانه یتولّی السرائر، وسیرة سیدنا موسی شاهدة لذلک، وهو مصرّح فی الحدیث الشریف.

(۲۳۵)......طغیان کی راہ اختیار کرکے اپنے ایمان سے مؤمن محروم ہوسکتا ہے۔ فَخَشِیْنَآ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا.

(۲۳۶۔۲۳۷)......سوئے خاتمہ کا اندیشہ رہنا چاہیے۔ (ایضاً) اولاد اپنے والدین کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے۔ (ایضاً)

(۲۳۸۔۲۳۹)......ابتداء میں اولاد کی گمراہی سے تغافل خطرناک امر ہے۔ (ایضاً) ایمان صادق کی برکت سے غیب سے تحفظ کا سامان ہوجاتا ہے۔ (ایضاً)

(۲۴۰۔۲۴۱)......املاک کا جزوی نقصان بسا اوقات بڑی آفت سے بچنے کا سبب بن جاتا ہے، کما کان فی قصة السفینة، اسی طرح جانی نقصان، حتی کہ نوخیز فرزند کے دردناک قتل کی صورت میں بھی اگر وہ مؤمن ہو تو بھلائی کی امید رکھنی چاہیے، کما کان فی قصة الغلام، حق تعالیٰ کا ہر معاملہ اہل ایمان کے ساتھ اپنے پہلو میں لطف واحسان کے

لئے ہوتا ہے، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، اس لئے مؤمن کو ہر حال میں صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ ولیس له الجزع، انما شأنه الرضا بقضاء ربه عزوجل.

(۲۴۲)......ہر نعمت عطیۂ حق ہے، خصوصاً اولاد عطا فرمانا اسی کا خاصہ ہے، اس کی نسبت غیر کی طرف ناجائز ہے۔ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا.

(۲۴۳)......انسان کی بہتری و فضیلت کا مدار عقیدہ اور کردار کی پاکیزگی پر ہے۔ خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً.

(۲۴۴)......آپ پر جس کی شفقت واحسان زیادہ ہو اس کو اپنا زیادہ قریب سمجھیں۔ اَقْرَبَ رُحْمًا.

(۲۴۵)......بدعمل فرزند سے نیکوکار دختر بہتر ہے .ففي رواية، انه سبحانه أبدلهما بنتا.

(۲۴۶)......نافرمانی سے اولاد کی عمر میں برکت نہیں رہتی، جبکہ صلہ رحمی اور نیکوکاری باعثِ برکت ہیں۔ کما هو الظاهر من قصة الغلام وتفاصيلها، وورد به الحديث الصحيح.

(۲۴۷)......عقار میں شرکت صحیح ہے۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ.

(۲۴۸)......متاع و مکان مملوک ہوسکتے ہیں، اولاد نہیں۔ لِمَسَاكِيْنَ، لِيَتِيْمَيْنِ، وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ ،الآية

(۲۴۹)......اپنی زمین میں اپنا مال بغرضِ حفاظت دفن کرنا جائز ہے۔ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا .

(۲۵۰۔۲۵۱)......مسلم کا دفینہ اس کی ملکیت ہے، پھر اس کے وارث کی، ''کنز لهما'' اور اولاد کا وارث بننا قدیم دینی روایت ہے .وكان ابوهما. الآية

(۲۵۲)......زائد از حاجت حلال مال کمانا اور اپنے پاس نیک مقاصد کے لئے رکھنا، خصوصاً اولاد کی کفالت کی نیت سے منافی صلاح نہیں۔ وَکَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا.

(۲۵۳۔۲۵۴)......حلال مال کا حصول رحمتِ حق اور شانِ ربوبیت کا مظہر ہے۔ رَحْمَةً مِنْ رَّبِّکَ۔ اور کنز علی الاطلاق مذموم نہیں۔ وھو ظاھر

(۲۵۵)......رشد و بلوغ سے پہلے کسی کو مال نہیں دینا چاہئے. فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا .

(۲۵۶)......عادت اللہ یہ رہی ہے کہ اپنی معاش کے لئے انسان کو خود بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا... والسین للطلب

(۲۵۷۔۲۵۸)......والدین کی صلاح کی برکت اولاد کے حق میں (رزق وعمر) ظاہر ہوتی ہے۔ اَنْ یَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا .وَیَسْتَخْرِجَا کَنْزَهُمَا، خصوصا جب اولاد کے پاس خود ایمان کی پونجی ہو۔

(۲۵۹)......حسن نسب، حسن حسب کے لئے صرف مُرَجّح بن سکتا ہے، اس کا بدل نہیں ہوسکتا ہے۔ 'فَکَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَیْنِ'.. وَکَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا

(۲۶۰)......ملکوتی صفات کے حامل اہل اللہ کی شان فرشتوں کی طرح 'وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ" کی ہوتی ہے۔ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِی.

(۲۶۱)......بلکہ ان کا ارادہ تک حق تعالیٰ کے ارادہ کے تابع ہوتا ہے؛ بلکہ اس میں فنا ہوا کرتا ہے۔ فَاَرَادَ رَبُّکَ.

(۲۶۲)......اہل اللہ کی تعبیرات لطیف اشارات کی حامل ہوتی ہیں، بہتر یہ ہے کہ ان کی تعبیرات بلفظہ نقل کی جائے، روایت بالمعنی نہ ہو، پہلا کلام بظاہر شر تھا، اور کشتی کو ظالم کے ہاتھ سے محفوظ رکھنا ماتحت الاسباب امور میں سے تھا، اس لئے فرمایا: 'فَاَرَدْتُّ اَنْ

اَعِیبَهَا، الآیة“ دوسرے واقعہ میں قتلِ غلام تو شر اور ماتحت الاسباب معاملہ تھا؛ لیکن اس کے بدلے میں نیک اولاد کا عنایت فرمانا خیر اور مافوق الاسباب امر تھا، تو فرمایا: فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا الایة. تیسرا معاملہ خیرِ محض تھا، تو فرمایا: ’فَاَرَادَ رَبُّکَ‘ ۔

”رَبُّهُمَا“ اور ”رَبُّکَ“ کی تعبیر میں پھر کتنی لطافت ہے، سبحان اللہ! ”قتلِ ولد“ کا معاملہ بظاہر کتنا ہی مکروہ تھا؛ مگر والدین کی روحانی تربیت کی یہ ایک لطیف تدبیر تھی، جس طرح کہ یہ سارے آپ کے لئے ناگوارِ طبع امور آپ کی تربیت وتعلیم کی صورتیں ہیں، نیز اہلِ قریہ سے ترکِ ضیافت پر اتنا ناراض نہیں ہونا چاہئے، کہ ان کے ساتھ احسان سے دست کشی اختیار کرلیں، کھلانے پلانے والی ذات تو کوئی اور ہے۔

(۲۶۳)......مرشد کو چاہیے کہ مسترشد کو اس کی کمزوری کی طرف بار بار توجہ دلاتا رہے۔ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِیْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَیْهِ صَبْرًا. ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ .الآیة

(۲۶۴)......مخلوق کوئی بھی ہو، اسے حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کا حق نہیں۔

والقصة بطولها تدل علیه.

(۲۶۵)......اربابِ کمال کے قول وفعل پر گرفت کرنے میں عجلت نہیں کرنی چاہئے۔

خطائے بزرگان گرفتن خطا است۔ (ایضاً)

(۲۶۶)......ایک ہی کام ایک شخص کیلئے فرض اور دوسرے کے لئے حرام ہوسکتا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ❁ گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

(۲۶۷)......الأمور بمقاصدها وإنما الأعمال بالنیات. (ایضاً)

(۲۶۸)......جرح وتعدیل میں دامنِ احتیاط ہاتھ سے نہ چھوٹے، اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِعْ مَعِیَ صَبْرًا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مطلق صبر کی نفی نہیں فرمائی بلکہ ’’معی‘‘ کی قید کے ساتھ مقید کرکے فرمائی۔

(۲۶۹)......شیطان کے اثر سے وسوسہ ونسیان منافی عصمت نہیں۔ فَنَسِيَا حُوتَهُمَا والتحقيق يقتضى التفصيل وليس هذا محله.

(۲۷۰)......قطب التکوین، رجال الخزمت وغیرہ اصطلاحات بالکل بے اصل نہیں ہیں۔ "عَبْداً مِنْ عِبَادِنَا" کی تعبیر اصحاب ذوق کو اس باب کا پتہ دیتی ہے، لاسیماما اذا لوحظ معه تفاصيل القصة.

(۲۷۱)......حضرت خضر علیہ السلام کا نبی ہونا زیادہ اظہر ہے: لوجوه اشتمل عليها نظم التنزيل ولفظ الحديث وهو مصرح فى بعض الآثار.

(۲۷۲)......ان کی حیات نصِ قطعی سے ثابت ہے، پھر وفات پر دلیلِ قاطع معلوم نہیں ہوئی۔ ثبوتاً ودلالۃً۔

(۲۷۳)......سیدنا موسیٰ علیہ السلام جلالی ہونے کے باوصف انتہائی ذہین، ادب شناس اور متواضع شخصیت تھے۔ كما لايخفى على المتأمل.

(۲۷۴)......واجب الایفاء وہی شروط وعہود ہیں جو خلافِ شرع نہ ہوں۔ 'اَخَرَقْتَهَا'. اَقَتَلْتَ نَفْسًا.

(۲۷۵)......لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق. (ایضا)

(۲۷۶)......آلات محترفین حاجت اصلیہ میں داخل ہیں، موجبِ غنا نہیں۔ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ. الآية، على قولٍ.

(۲۷۷)......سفر کے سامان کے لئے مناسب ظرف ساتھ ہونا چاہئے۔ فَاَخَذَ حُوتًا فَجَعَلَه فِىْ مِكْتَلٍ. (الحديث)

(۲۷۸)......نہی عن الشئی امر بالضد ہوتی ہے۔ وَلَا اَعْصِىْ لَكَ اَمْراً، وَكَانَ الْخَضِرُ عليه السلام قد قال له: لَاتَسْأَلْنِىْ.

(۲۷۹)......امر برائے وجوب ہوتا ہے جب قرینۂ صارفہ نہ ہو۔ (ایضا)۔

اِذ تَركُ المندوبِ ليس بمعصيةٍ.

(۲۸۰)......حق تعالیٰ کی صفت ارادہ اور صفت امر الگ الگ ہیں، تکوین کا اپنا ارادہ ہے اور تشریع کا اپنا۔

(۲۸۱)......الاستطاعة مع الفعل، اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ؛ لأنّ "لن" لنفی المستقبل.

(۲۸۲)......طالب علمی کا مخدومیت کے ساتھ لگاؤ نہیں۔ ركبا فی السفينة، فترک سيدنا موسى خادمه يوشع عليه السلام على إحدى الروايات، حين ما وصل الى الشيخ وصاحبه متعلما.

(۲۸۳)......قوم اور قبیلہ کی طرف نسبت برائے تعارف جائز ہے۔ قال الخضر عليه السلام سائلاً: موسى بنى اسرائيل؟

(۲۸۴)......موجودہ تورات وغیرہ کتب سماویہ تاریخی نقطۂ نظر سے بھی نامکمل ہیں۔ فانها خالية عن ذكر هذه القصة الفريدة.

(۲۸۵)......قرآن حکیم منزل من اللہ اور سچی کتاب ہے۔ لحكاية احوال الامم والاشخاص الماضية كما هی فی غاية الصحة.

(۲۸۶)......صاحبِ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں۔ لإتيانه بمثل هذا الكتاب ولم يقرأ ولم يكتب.

(۲۸۷)......قرآنی قصص صرف عبر ونصائح کے آئینہ ہی نہیں؛ بلکہ بہت سارے حقائق واحکام شرعیہ کے خزینے بھی ہیں۔

(۲۸۸)......قرآن حکیم کے عجائب وغرائب اور لطائف ومعارف کا احاطہ مقدورِ

بشر نہیں، وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً، تامل وتدبّر سے مزید فوائد ونتائج کا استخراج ہوسکتا ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد گرامی کی وضاحت کے لئے ان شاء اللہ یہ سطور کافی ہوں گے، نیز اصول فقہ میں اجتہاد کے مباحث میں ایک عبارت کہ "مجتہد کے لئے آیات الاحکام کا علم ضروری ہے، قصص وامثال کا نہیں" غلط فہمی کا موجب ہے، اس تحریر سے امید ہے کہ اس کا پورا ازالہ ہوجائے گا۔ وقس عليه الاحاديث النبوية الف الف تحية.

ربنا سبحٰنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العليم الحكيم، ربنا آتنا من لدنک رحمة وهيّئ لنا من امرنا رشدا. ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم وصلّ وسلّم وبارک اللهم ربنا على حبيبک سيدنا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين.

